وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا

اسرارِ معرفت

ترجمہ

سریمد بھاگوت گیتا جی

مترجمہ

قاضی محمد منیر صدیقی القرشی

باراوّل سنہ ۱۹۲۱ء تعداد (۱۱۰۰)

باہتمام ملک چراغدین مالک کیکسٹن پرنٹنگ الیکٹرک ورکس لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں جس کتاب پر مترجم کے یا بابو محمد نظیر احمد کے دستخط نہ ہوں وہ مال مسروقہ سمجھا جائے *

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
دیباچہ ...	۳
سری کرشن جی کا جیون چرتر (سوانح عمری)	۶
جنگ مہابھارت کا مختصر فسانہ ...	۱۳
تصویر ...	۳۲
حمد ...	۵۱
دیباچہ شریمت بھاگوت گیتا ...	۵۲
ادھیائے اول بھکیا جوگ ...	۵۴
ادھیائے دوم سانکھ جوگ ...	۵۸
ادھیائے تیسرا۔ کرم جوگ ...	۶۵
ادھیائے چہارم۔ کرم سنیاس جوگ	۷۰
ادھیائے پانچواں پرکرت جوگ	۷۵
ادھیائے چھٹا۔ آتم سنجم ...	۷۹
ساتواں ادھیائے۔ وگیان جوگ	۸۴
آٹھواں ادھیائے۔ سدھ جوگ	۸۹
نواں ادھیائے۔ راج جوگ ...	۹۲
ادھیائے دسواں بھوت جوگ	۹۶
ادھیائے گیارھواں۔ روپ درس	۱۰۱
بارھواں ادھیائے بھگت جوگ	۱۰۷
تیرھواں ادھیائے چھیترک جوگ	۱۰۹
ادھیائے چودھواں۔ ترگن سہاگ	۱۱۵
پندرھواں ادھیائے پرکھوتم جوگ	۱۱۷
سولھواں ادھیائے۔ دیووریس سنت	۱۱۹
سترھواں ادھیائے تری بھاگ	۱۲۳
اٹھارھواں ادھیائے سنیاس جوگ	۱۲۶
خلاصہ ...	۱۳۲
رجوع بغرض ...	۱۳۳
خاتمہ کتاب ...	۱۳۵
خاتمۃ الکتاب ...	۱۳۶
قطعہ تاریخ ...	۱۳۸
شکریہ ...	۱۳۹

زبان اور نارسا تحریر و تقریر سے

شراب ناب کجا و من خراب کجا   ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

بزرگوں کی میراث سے اس کے چند اوراق پراگندہ نے میرے شوق کے دہن آرزو کو پر آب کیا۔ اور اس کے مضامین خوشاب اور حکمت الٰہی کی جمشیدی آب و تاب نے مجھے جوگیوں کی مانند در بدر بھیک میں پھرایا ایک اور ٹوٹا پھوٹا کچکول ملا۔ مگر اس سے بھی دل کو تسلی نہ ہوئی۔ اور اب اتفاق سے ایک پرانا چھپا ہوا نسخہ ملا۔ مل ملا کر کتاب کامل بنی۔ الحمد للہ من جد و جد نقل کر کے درست کی۔ اور دولت ہفت اقلیم پائی +

چوہدری پران ناتھ دت ایم۔ اے نے نسخہ دیکھا۔ اور فرمایا کہ ہندی الفاظ مسلمانوں کو اور فارسی ہندوؤں کو اس سے پورا محظوظ ہونے دیں گے۔ اس کا ترجمہ ہو جاوے۔ اور ترجمہ پر مناسب نوٹ ہو جاویں تو غنیمت ہے۔ اگرچہ ترجمے ہزاروں ہیں مگر جو فیضی کے ترجمہ میں لطف ہے وہ کسی میں کاہیکو ہوگا۔ وزن مثنوی کا اور مثمن متقارب مکنوف جو خوش الحانی اور تحت لفظ دونوں طرح میں پڑھنے کو چار چاند لگاتا ہے اور مضمون کی شوکت اور نفاست کو بڑھا دیتا ہے اور اس پر نوٹ مناسب بھی ہو جاویں تو پھر کیا کہنا۔ مگر بات وہی تھی۔

و اذا ازدیت فکان عجز الجوہر   و اذا غلا ثمنا فقدت المشتری

لیا پڑی اور کیا پدی کا شوربا۔ لیکن شوقین نگاہیں۔ اور ان کے دمبدم معتقدانہ غلط انداز شارے کوتہ قلم اور سہل نگار کو بھی پردہ دری پر مجبور

اسرارِ معرفت

ترجمہ

سریمد بھاگوت گیتا جی

مترجمہ

قاضی محمد منیر صدیقی القرشی

سری کرشن جی کا مختصر جیون چرتر دسوانح عمری

برہما کے دو فرزند دچھ اور اتر تھے - دچھ کی اولاد سے چندر بنسی اور اتر کی اولاد سے سورج بنسی خاندانوں کی بنیاد پڑی - سورج بنسی خاندان سے راجہ اکشواکو بڑا صاحب ہمت و بخت ہوا ہے - اکشواکو کی اولاد سے حجات راجہ کے ہاں خداوند نے پانچ فرزند دیئے - جادو - انو - تربسو - دریہی - پورہ - اور ان پانچوں سے پانچ بنس چلے - یہ اکشواکو کا خاندان اجودھیا کے علاقہ میں فرماں روا تھا +

جادو بنس سے راجہ ہرسیو جب اجودھیا سے جلاوطن ہوا تو مدھوبن کے راجہ مدھو کی لڑکی سے بیاہا گیا - یہ بڑا نام آور اور بہادر تھا - اس کے ہاں آٹھویں پشت میں جو سیوت تھا اس کے تین اولادیں ہوئیں - بسدیو کنتی راجہ پانڈو کی بیوی - سیترا راجہ سسپال کی رانی +

بسدیو کی دو بیویاں تھیں - ایک دیوکی اگرسین راجہ متھرا کی صاحبزادی دوسری روہنی - اگرسین کا بیٹا کنس تھا - اس ظالم نے جرا سندھ راجہ اپنے خسر کی مدد سے باپ کو تخت سے اتار کر قید کیا اور آپ بادشاہ ہوا +

کنس نے برہمنوں سے یہ بات معلوم کی کہ دیوکی کا لال اس کی جان کا وبال ہے - ارادہ کر لیا کہ دیوکی بلکہ بسدیو کی اولاد کو ہوتے ہی

چوگنی بڑھائی۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ کرشن ایک دن میں مہینے کے برابر۔ اور مہینے میں سال کے برابر بڑھتے پھولتے تھے اور نند کے لال مشہور تھے۔ اور بلرام بھی یہاں گوکل میں سبزہ بہاری کی مانند کڑوی بیل سے زیادہ بڑھتے گئے۔ سچ ہے جسے مالک راکھے اسے کون مارے۔ دونوں بھائی گائیں چراتے اور مزے سے دن گذارتے تھے۔

اب نند نے گوکل سے برندابن میں نقل مکان کیا۔ شاید یہ بات چارہ کی ادھر تفریطا اور ادھر افراط کا باعث ہوگی۔ اور غالباً یہ بات بھی ہو کہ کہیں کنس کو اس بات کا علم ہو تا کہ "دیوکی کا لال زندہ ہے۔" ظلم کو موقع نہ دیوے۔ کرشن جی کی اب یہ عمر ہو گئی تھی کہ بنسری بجاتے اور گائیں چراتے۔ ان کی بنسری پر تمام گوالے عاشق زار تھے۔ ہم سنوں کا تو یہ حال تھا کہ کرشن راجہ تھے۔ اور یہ تمام پرجا۔ یا یہ چاند اور وہ سب ستارے۔ انہیں نہیں کرشن جی آفتاب تھے۔ اور تمام گوالے نظام شمسی کی مانند ان کے تابع اور زیر اثر تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ کرشن جی نے ریاضت۔ عبادت اور نفس کشی شروع کی۔ تمام جہلا تو ان کی عبادات کو بہت بری طرح ظاہر کرتے ہیں اور نہایت گندے اور فحش کلمات اور سوانح سے ان کو یاد کرتے ہیں کہ "کرشن مہاراج گوالنوں پر مرے ہوئے تھے۔ اور یہ سب ان کے بس میں تھیں۔ سناتن دھرم والے ان کی تاویل کرتے ہیں کہ گوالنوں سے مراد قوائے ردیلہ اور نفسانیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبحانَکَ لا عِلمَ لَنا اِلّا ما عَلَّمتَنا اِنَّکَ اَنتَ العَلیمُ الحَکیمُ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلیٰ خَیرِ خَلقِہٖ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰہِ وَرَؤُفِ الرَّحیمِ وَ
عَلیٰ اٰلِہٖ وَ اَصحابِہٖ وَاَتباعِہٖ وَاَحبابِہٖ یا رَبِّ الکَریمِ

اما بعد یہ نایاب کتاب اور قیمتی درِ شاہوار یعنی سری مد بھاگوت گیتا اور اس کا مترجم اور تبصرہ نویس مجھ جیسا ہیچ میرز اور کوتہ علم بے عمل بیت المقدس پر ٹاٹ کا غلاف ہے۔ اور وہ بھی ٹوٹا پھوٹا شکستہ گستہ۔ فی الحقیقت اس عجیب غریب درِ مکنون پر اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ شیخ فیضی کا ترجمہ کافی سے بڑھکر تھا۔ زبان کی سلاست اور مضامین کی نفاست سے مطالب اور معانی کی خوشبو خود بخود پھوٹ پھوٹ کر مہک رہی تھی۔

مگر وائے بر حال ما کہ فارسی کی ناقدر دانی اور سنسکرت سے نا آشنائی اور مطالب تاریخی کی ناواقفیت نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ اس کے مسائل اور معانی سے لوگوں کا انٹروڈیوس کرا دوں۔ سچ ہے ضرورت آئینہ احتیاج خاکستر کند۔ ورنہ کہاں راجہ بھوج اور کہاں گنگو تیلی۔ کہاں سری مہاراج کرشن جی کی سری مد بھاگوت گیتا ترجمہ شیخ فیضی رحمۃ اللہ علیہ اور کہاں یہ ہیچمیرز ہیچ

رُک نہ سکا۔ اور انھوں نے خود ماموں کے شامیانہ میں اس کی تعظیم کیواسطے ہاتھ بڑھائے اور ایسا دیا کہ ہمیشہ کے واسطے خواب راحت میں سلا دیا۔ اور بلرام نے سمالی سنگ زرد برادر شغال کو موت کا مزہ چکھایا۔ اب بیداد سے ملک پاک ہوا۔ اور تخت نے دوبارہ اگرسین کے پاؤں چومے ✤

کرشن نے جب ملک کو ظلم سے صاف کر دیا۔ تو اونٹی پور میں سندی پانی پنڈت کے ہاں پڑھنا شروع کیا۔ اور چونسٹھ دن میں ہر ایک علم میں طاق بلکہ شہرۂ آفاق ہوئے۔ سدامان[5] اُن کا سکول فیلو تھا ✤

جراسندھ کو مہاراج ادھیراج ہونے کی دھن اور داماد کے بدلہ لینے کی خواہش نے اندھا کر دیا تھا۔ متھرا پر حملہ کر دیا۔ مگر جادوؤں اور گوالوں نے وہ وہ ہاتھ دکھلائے کہ جراسندھ کو ناکوں چنے چبانے پڑے۔ اپنا سامنا نہ کر کا فور ہوا۔ محاصرہ دور ہوا۔ بے شرمی نے پھر بہت سی فوج ساتھ دیکر حملہ پر مجبور کیا۔ مگر اتنی دیر میں کرشن جادوؤں کے ساتھ دوارکا چلے گئے تھے۔ اور اٹھارہ ہزار جادو بنسی بہادروں میں محفوظ دن کاٹنے لگے ✤

---

[5] یہ وہی سدامان ہے جس کی بات مشہور ہے کہ نہایت غریب تھا۔ کرشن کی دولتمندی کی شہرت نے عورت کے کہنے سے کرشن کے در دولت پہنچایا۔ کرشن نے نہایت عزت کی اور چند مدت مہمان رکھا۔ اور بے اظہار سوال سدامان کے دولت اور بخشش بھیجکر سدامان کی ظاہری حالت اور حیثیت کو دوست کر دیا۔ سدامان واپس آیا تو یہی ٹھاٹھ دیکھ کر کرشن کی محبت اور غریب نوازی کا قائل ہوا ✤

ارجن کی سبب ہوئی +
رات کو کرشن اپنی پھوپھی کنتی سے ملے۔ اور جب راجہ درو پد کو معلوم ہوا کہ ارجن چھتری ہے اور پانڈو ہے تو اُن کی پانڈوؤں سے یقینی عداوت[1] دور ہوئی۔ اور ایک ہی بنش کے دو ستاروں کا قران ہو گیا +
سویمبر میں کورو بھی آئے تھے۔ بدر پانڈو کوروں کا چچا بھی آیا ہوا تھا۔ اس نے سویمبر کا حال دھرت راشٹر کے گوش گذار کیا۔ اور پانڈوؤں کی زندگی کا حال معلوم ہوا تو سب کے کان کھڑے ہوئے بدر واپس آیا کہ پانڈووں کو لائے۔ دروپد نے کہا کہ آگے اور بات تھی اب اور بات ہے۔ میں ان کو جانے نہ دوں گا۔ بکریوں کو شیر کے منہ میں دینا کون سی عقلمندی ہے۔ ہاں اگر کرشن جی ضمانت دیویں تو خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ کرشن جی نے کہا بہر صورت پانڈووں کا وطن میں جانا نہایت ضروری بات ہے۔ کہ ایک فیصلہ تو ہو جاوے۔ الغرض پانڈو گئے۔ مگر دریودھن کا حسد آگے سے دہ چند تھا۔ دھرتراشٹر نے اُن کو کھانڈو پرست کا جنگل دیا۔ انہوں نے خیال کیا کہ جانے چور کی ترلنگی ہی سہی وہی لیا۔ اور اندر پرست بسا کر وہ ملک آباد کیا۔ کہ دریودھن کو آگے سے سوا رنج بڑھ گیا۔ اور کرشن دوارکا چلے گئے +

---

[1] عداوت کی وجہ یہ تھی کہ درونا چارج درو پد کا کلاس فیلو غریبی کے باعث استمداد کو گیا۔ دروپد نے کمال بے اعتنائی کی اور دربار سے نکلوا دیا۔ درونا نے دھرتراشٹر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ یہاں اس کی خوب عزت ہوئی۔ اور ایک دفعہ شاگردوں کو ساتھ لے کر دروپد پر حملہ کر دیا۔ اور شکست دیکر سخت ذلیل کیا۔ ۱۲

کر رہے تھے۔ احقر حاضر ہے گر قبول اُفتد زہے عز و شرف۔
اور ساتھ ہی یہ بھی گذارش ہے کہ نہ میں اُردو دان۔ نہ اہل زبان اور اس پر زاویۂ خمول اور کوئے گمنامی کی ماندو بود۔ اور باوجود اس کے فکر و غم کی کثرت اور ہجوم نے اماوس کی رات کو گھٹا ٹوپ بادلوں سے بالکل تیرہ و تار کر دیا ہے۔ اہل سخن اگر غلطی پائیں تو معاف فرمائیں یا اصلاح سے ممنون و مشکور کریں۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم — بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم
تو نیز ار بدی بینی اندر سخن — بخلق جہاں آفریں کار کن

ارادہ تو تھا کہ فیضی کا اصل ترجمہ اور یہ اسرار معرفت دونوں ہدیۂ ناظرین کروں۔ مگر آسمان جو کہ اہل قلم کے ارادوں کا مخالف اور کم استطاعتی جو کہ مشفق صادق اور محب موافق ہے مانع ہے۔ علاوہ ازاں فیضی کا ترجمہ کوشش سے مل بھی سکتا ہے! دستکش ہونا پڑا۔ الجبر و ستم و ٹہ زیرکی با زمانہ ساختن است۔

ترجمہ فارسی میں کئی اشلوکوں کا جو مرور زمان اور گردش آسمان نے کاتبوں سے فروگذاشت کرا دیئے ہیں۔ وہ بھی باریک قلم سے درج کر دیئے ہیں۔ والسلام علیکم۔

قاضی محمد منیر قریشی الصدیقی

ناروال ۲۹۔ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کو ساتھ لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ مرتے دکھ بھرتے جانیں بچا کر ہستناپور پہنچے اور یدھشٹر کو یہ سب حال سنایا۔ اسکو دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی آنکھوں میں نقشہ ہو گئی۔ پانچوں بھائی دروپدی سمیت ہمالہ پہ جا لگے۔ اور بجر سری کرشن کا پوتا اندر پرست میں۔ اور پریکھت ارجن کا پوتا ہستناپور میں تخت نشین ہوا۔

رستم رہا زمانہ میں نے سام رہ گیا مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا

جنگ مہابھارت کا مختصر فسانہ

آئینہ سکندر جام جم ست بنگر تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

سری بھاگوت گیتا کے مضامین پر روشنی ڈالنے کے واسطے اسیقدر کافی تھا جس قدر احاطہ تحریر میں آچکا۔ مگر چونکہ سری بھاگوت گیتا کو کورو چھیتر کے میدان سے چولی دامن کا تعلق ہے۔ اس واسطے اس کا بھی بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے ؛

برھما کے فرزند سورج کی اولاد تو مشرقی جانب بڑی آب تاب سے حکمران تھی۔ مگر مغربی حکومت مہاراج چاند سوم کی اولاد کے زیر قدم تھی۔ چندر کی اولاد سے راجہ بھرت کو خداوند کریم نے وہ طاقت دی کہ ہندوستان اس کے نام نامی پہ بھارت ورش کہلایا۔ بھرت راجہ دشمنیت کی اولاد سے تھا۔ جس کی ایک بیوی کا نام شکنتلا تھا۔

پانڈو صاحبِ تخت و نگین ہوا +

دھرت راشٹر کی بیوی کا نام گاندھاری تھا۔ کہ کیلی سے سو بچہ ہوا۔ اور پانڈو کی دو بیویاں تھیں۔ کنتی اور مادری ان دونوں سے بدھشٹر بھیم۔ ارجن اور نکل۔ سہدیو پانچ فرزند ہوئے پہلے سو کورو اور دوسرے پانچ پانڈو کہلائے تھے +

کنتی کا ان تین کے سوا کرن ایک اور بچہ تھا جو کسی خاص وجہ سے ادھیرتھ رتھ بان کے زیر پرورش رہا۔ اور پانڈو شہزادہ نہ گنا جاتا تھا۔ مگر دریودھن کی پولیٹکل پالیسی نے کرن بہادر کو انگ دیس کا راجہ بنا کر پانڈو کا مدِ مقابل بنا لیا تھا۔ یہ کورو جن کا سردار دریودھن تھا نہایت پالیسی باز اور فریبی تھے۔ اُن کی آنکھوں میں پانڈووں کا کانٹا ہمیشہ کھٹکھتا رہتا تھا۔ اور ان کے استیصال کی تدبیرات سے کبھی غافل نہ رہتے تھے۔ مگر پانڈو جن کا سردار بدھشٹر تھا راست باز اور جوانمرد تھے۔ مگر حق کی خاطر مرنے ملنے پر ہر وقت مستعد رہتے تھے +

پانڈو ہستناپور کا راجہ کدمب رشی کی بددعا سے سادھو ہو کر مادری سمیت دنیا اور ما یتعلق بہا سے منہ موڑ کر ہمالہ میں جا گلا۔ اور سلطنت اور اولاد بمعہ کنتی کے دھرت راشٹر بڑے بھائی کے حوالہ کر گیا۔ اب حکومت کورو کے پاس ہے۔ اور ساتھ ہی یہ خواہش ہے کہ پھر ہاتھ سے نہ نکل جائے +

بانہ آمدہ نگار سرمست ‏ ‏ ‏ بازت نہ ہیم دامن اندست

نہ دوں گا۔ بہن کی جان کا لاگو ہوا۔ وہ گھن کو بھی گیہوں کے ساتھ پیس دیا۔ دیوکی کے ساتھ رودہنی اور بسدیو بھی قید ہوئے۔

دیوکی کے چھ بچے پیدا ہوتے ہی ظالم نے ملک عدم کو روانہ کیے رودہنی کے بلرام پیدا ہوا تو مشہور کر دیا گیا کہ رودہنی کا حمل ساقط ہو گیا اور بلرام کو خفیہ طور پر گوالوں کے ہاں بھیج دیا گیا۔ وہاں اس کی پرورش ہونے لگی۔

بلرام کی زندگی اور یسودھا دیوکی کی سہیلی نند گولے کی بیوی کے وعدے کہ "میں اپنا مولود تیرے بچہ سے تبدیل کر لوں گی" امید بندھائی کہ اب کے جو دیوکی کے ہاں بچہ پیدا ہو گا تماشا بچ جاوے گا۔ ادھر کرشن جی نے ملک عدم سے سر نکالا۔ ادھر یسودھا کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ نند نے نووارد کو لیکر زیشہ گھاٹ کی راہ ظلمت سے نور کا تیا دلہ کر گوکل میں لیا۔ قید اور محافظوں کا پہرا اور جمنا کی طغیانی اگرچہ مانع تھی مگر ممتا کی ترنگ نے نند کو توکل علی اللہ روانگی پر مجبور کر دیا۔ اندھیری رات میں کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھائی دیتا تھا چل نکلا۔ پاسبانوں کی نیند نے پہلا مرحلہ تو طے کر دیا۔ اور جمنا میں رام کا نام لے کر داخل ہوا۔ رکھنے والے نے راہ بتاتے پایاب پار ہوا۔ اور جسودھا کی لڑکی کو واپس لا کر دیوکی کا پستان اس کے منہ میں دیدیا۔ مرغان سحر نے پاسبانوں کو جگایا۔ اور کنس کو بھی خبر لگی کہ دیوکی کے اولاد ہوئی ہے۔ ظالم نے دل کا بخار دیا۔ پھر کی جان پر نکالا۔ اور جوگ گھاٹ پر دھوبیوں کے پتھر پر مار کر جی کو ٹھنڈا کیا۔

کرشن جی کی پرورش نے نند کی عزت اور دولت دن دوگنی رات

آتش گیر مصالحوں سے تیار کرائے - اب دریودھن تمام ہستناپور کے سیاہ و سفید کا مالک ہے - اور دل میں پانڈووں کے استیصال کا کانٹا بھی کھٹکتا ہے - یہ کیوں - صرف پانڈووں کی جواں مردی اور حق کی برق نے اس کے تمام خرمن انصاف کو جلا کر خاک سیاہ کر ڈالا ہے اور ہر وقت یہ فکر دامن گیر ہے کہ محل کو چنگاری دکھا کر پانڈووں کی ہستی مٹا دی جاوے - ؎

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولا برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

دریودھن کے دل کی آگ کا دھواں یدھشٹر کی چشم بصارت کو دکھائی دے چکا تھا - انہوں نے محل کے اندر سے ایک سرنگ کھدوا رکھی تھی - الغرض محل کو آگ لگی - پانچوں پانڈو ماں سمیت نکل کر جنگل جا پہنچے - مگر پانچ مانگتوں کا ماں سمیت (جو یدھشٹر کے خوان کرم سے سیر ہو کر وہیں سو رہے تھے) ظلم کی آگ سے سکار ہو گیا - دریودھن کو خبر ملی - اور سمجھا کہ تیر نشانہ پر بیٹھا - یہاں تک دل باغ باغ ہوا کہ پھولا نہ سمایا مگر ؎

ما در چہ خیالیم فلک در چہ خیال
کار یکہ خدا کند فلک را چہ مجال

وارناوت سے نکل کر بے سامان قافلہ جنگل میں ایک بڑ کے نیچے جا سویا - مگر بھیم کو اس کی جوانی نے جگا کر سب کا پاسدار بنایا

کی آنکھ میں لگتا تھا۔

بڑھنے کا حوصلہ کسی کا نہ پڑا کرن اٹھا اور کمان کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ درو پدی نے کہا۔ دور ہو۔ او سارتھی کے بالک گستاخ یہ راجوں کا جگ ہے۔ درو پدی تیری کسی صورت سے نہیں ہو سکتی کرن اپنا سا منہ لے کر چلا گیا۔ ارجن نے یہ شرط پوری کر دی۔ درو پدی نے جے مال اس کے گلے میں ڈال دی۔ مگر راجوں نے شور مچایا کہ برہمن سویمبر نہیں جیت سکتا۔ پانڈو کہتے تھے کہ ہم نے شرط پوری کر دی ہے۔ اور جے مال ہم کو مل چکی ہے۔ ہماری طرف کون ہے جو آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ ہنگامۂ محشر بپا ہوا۔ ارجن اور بھیم نے وہ بڑھ بڑھ کر ہاتھ دکھائے۔ کہ بہادروں کے چھکے چھوٹ گئے۔ آخر سری کرشن جی نے فیصلہ کیا کہ جب جے مال مل گئی۔ اور سویمبر کا خاتمہ ہو چکا تو خون خرابہ کا ہیکا اور یہ بھی ہے کہ پانڈوؤں نے بھی وہ قدم جمائے۔ کہ سب کے دم پھول چکے تھے۔ کسی کی دال نہ گلی۔ اور جدھر سے آئے تھے پسینوں میں نہائے ہوئے چلے گئے۔ اور درو پدی پانڈوؤں کی آوارہ گردی میں ایک اور شریک شامل ہوا۔ اور اور پانڈوؤں کو درو پد راجہ کا ایک نیا سہارا مل گیا۔

رات کو کرشن جی اپنی پھوپھی کنتی کو ملے۔ ادھر تو یہ ہوا۔ اُدھر جب کورو ہستنا پور پہنچے تو سویمبر پر چہ میگوئیاں ہونے

اور کام کرودھ۔ لوبھ۔ موھ۔ ہنکار سے۔ آریہ سماج ان سب بری۔ بھلی باتوں کا منکر ہے۔ مگر ہم ایک دھرم بیر جیتندری کی بابت الزامات کے تو بالکل منکر ہیں۔ اور یہ ضرور کہتے ہیں کہ وہ ریاضت جوگ کے مرحلے دمبدم نہایت تیزی سے طے کرنے لگے۔ حتیٰ کہ کامل رکھیشر ہو گئے۔

ادھر کرشن بلرام دونوں بھائی جوانی سے ممتاز ہوئے۔ ادھر کنس کان باسدیو زادوں کی زندگی نے کھول دئے۔ دل و جگر کانپ اٹھا۔ اور ان کے قتل کے منصوبے گانٹھنے لگا۔

ہر چودس کو متھرا میں دنگل ہوا کرتا تھا۔ اکرور سپہ سالار کی معرفت صاحبزادوں کو دنگل میں مدعو کیا۔" بلکہ اس کو یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ہمارا منشا ان کا تماشا اور کشتی دیکھنے کا نہیں ہے۔ قتل کا ہے۔ موقع لگے تو یہاں تک تکلیف دینے کی بھی ضرورت نہیں۔" مگر سے

کجا باز پرد در مقابلہ عصفور کجا ستارہ زند چشم خیرہ بر خورشید

اکرور بے ادبی نہ کر سکا۔ اور دنگل میں لا حاضر کیا۔ ادل کنس بد باطن نے ہاتھی سے ان کا مقابلہ کرایا۔ وہ ہلاک ہوا تو پھر دو پہلوان کشتی کو نکلے۔ مگر پیٹھ دکھا کر ملک عدم کو بھاگ گئے۔ تو کرشن کی فوج گوالے خوشی میں آکر ناچنے لگے۔ کنس نے حکم دیا کہ باسدیو کو تلوار کے گھاٹ دریائے حیات سے پار اتار دو۔ اور کرشن۔ بلرام اور گوالوں کو نکال دو۔ اس حکم کی تعمیل کو آگے کون بڑھتا۔ مگر پرانی عداوت جو گوالوں کے دل میں تھی۔ اور ظلم کا غصہ کہ جو کہ کرشن جی کے سینہ میں موجیں مارتا تھا

نے وہاں اندرپرست بسا کر ملک کو وہ رونق دی کہ ہستناپور اس کے سامنے پانی بھرنے کا آرزومند تھا۔

پانڈووں میں معاہدہ تھا کہ اگر ایک شخص دوسرے کے ایام میں خلل انداز ہو تو بارہ برس صحرانوردی کرے۔ ایک دن ایک برہمن کی استمداد کے لئے ارجن مسلح ہونے کو اندر گیا۔ وہاں یدھشٹر سویا ہوا تھا۔ خیر برہمن کو فائز المرام کیا۔ مگر بن باس کی کڑی اٹھانی پڑی سچ ہے۔ ؎

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں
ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں

روانہ ہوا پہلے جاکر گنگا کے اشنان سے دل کا اطمینان کیا۔ اور رشیوں کی زیارت سے دیدۂ بصارت میں معرفت کا کحل الجواہر لگایا۔ پھر پرسرام سے تکمیل تیر اندازی وفنون حرب کی۔ ساحل سمندر کی سیر کرتا ہوا منی پور جاکر وہاں کی راج کماری چترانگد سے شادی کی ...... اور سیر کرتا ہوا دوارکا پہنچا۔ یہاں سبھدرا کرشن جی کی بہن سے شادی کی۔ اب بارہ سال ختم ہوئے۔ اور ارجن اندرپرست آ پہنچا۔

پانچوں بھائی جمع ہوئے۔ اور حسب ایمائے یدھشٹر تجویز یہ ہوئی کہ اشومیدھ یگ سے سلطنت اور نام کی قوت اور شہرت کو چار

داؤں ہے کہ چوسر بچھاؤ۔ اگر قسمت سے ہے تو پوں بارہ۔ ورنہ اور طرح تو بادی النظر میں یدھشٹر کے معاملہ میں تمہارے تین کانے تو ہیں ہی۔

دریودھن نے الٹی سیدھی تقریروں۔ ضد اور اصرار سے ٹسوے بہا کر دھرت راشٹر کو بھی اس پر رضامند کر لیا۔ بدر گیا کہ تاؤجی بلاتے ہیں۔ پانڈو حاضر ہوئے۔ دو تین دن مہمانیاں کھا کھلا کر چوسر بچھا اور پانسہ شروع ہوا۔ ادھر یدھشٹر جیسا ست پوت۔ اُدھر دریودھن اور اس کا شیطان شکنی۔ یہ ایک ایک کرکے مال۔ دولت۔ حکومت بھائیوں اور اپنی ذات اور بیوی سب کو ہار گیا۔ پرات کامی اور دوہساسن (دھرت راشٹر کے چھوٹے صاحبزادے) نے سخت دریدہ دہنی سے دروپدی کی بے عزتی کی۔ سر دربار بلوا کر رسوا کیا۔ اسپر بھیم کی غیرت کا دریا جوش زن ہوا۔ اور بولا کہ جب تک میں دریودھن کے زانو نہ توڑ لوں۔ اور دوہساسن کا چلو بھر خون نہ پی لوں کشتی کا جنا نہیں +

بکرن کی منصفانہ تقریروں نے کوروؤں کو سخت شرمندہ کیا جب بیاکل دھرت راشٹر نے بزرگ اور راج بزرگ کو عزت اور ایمان سے برکنار دیکھا تو بیٹوں پر ناراض ہوا۔ اور بھتیجوں کو پھر اندر پرست کو روانہ کیا۔ اور دروپدی کو تو سرے سے کچھ استغاثہ نہ کرنے دیا +

پانڈو واپس چلے گئے۔ دریودھن اور شکنی نے لہو کے گھونٹ پی۔ پانڈوؤں کو پھر واپس طلب کیا۔ اور پھر چوسر بچھا۔ یدھشٹر کا وہی حال تھا۔ کلام بیشک بہت کچھ یاد تھا لیکن تدبر نہ تھا۔ غصہ بھی بھلا دیا۔ اور پھر سب کچھ

اب جراسندھ کا جب کوئی داؤں نہ چلا تو کمینی باتوں پر اتر آیا۔ بیدربھ کے راجہ بھیشم کی بیٹی رکمنی کی شادی کا بندوبست اندرونی طور پر کرشن جی سے ہو چکا تھا۔ مگر جراسندھ نے بھیشم کو ایسا کچھ ڈرایا کہ رکمنی کی سگائی سسپال کرشن کے پھوپھا سے ہو گئی۔ ادھر سسپال برات لے کر چڑھا ہوا۔ ادھر سے کرشن اور بل بھدر وغیرہ بھی جا پہنچے۔ اور رکمنی کو جو مندر سے پوجا کر کے آرہی تھی لے اڑے۔ رکمن بھیشم کا فرزند تعاقب کو نکلا اور مقابلہ کر کے شکست پائی۔ بلکہ رکمنی کی سفارش نے بھائی کی جان بچائی۔ سوائے رکمنی کے کرشن کی اور بیویاں بھی تھیں۔ جاہل تماشا کرنے والے تو سولہ ہزار بتاتے ہیں مگر ہم اس بات کے مخالف ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ افراط زوجات سے مراد قوائے نفسانی ہے جو سب کرشن نے بس میں کر لئے تھے ورنہ بیویاں تو اسی قدر ہوں گی جس قدر طاقت بشری کا اقتضا تھا۔

اب کرشن کو اپنی بہادری دکھانے کا موقع آیا۔ آسام (کامروپ) کرناٹک۔ بنارس کو فتح کیا۔ اور پھر راجہ پنچال دروپد نامی کی صاحبزادی کے سوئمبر پر گئے۔ اس سوئمبر کو ارجن جیتا۔ اور پانڈو اس وقت کوروں کے خوف سے برہمن بنے ہوئے بن بن پھر رہے تھے۔ ارجن کہتا تھا کہ سوئمبر ہم جیتے ہیں۔ مگر کھتری کہتے تھے کہ سوئمبر میں برہمن کا شمول ناجائز ہے۔ لڑائی ہوئی۔ ارجن اور بھیم نے بڑھ بڑھ کر ہاتھ دکھائے۔ مگر دروپدی نے جےمال ارجن کے گلے ڈال دی تھی۔ اور کرشن نے فیصلہ دیا کہ جب یہ لوگ سوئمبر جیت چکے تو اب جھگڑا کیا ہے۔ راجے مہاراجے سب دب گئے۔

اور پتا پتا جاسوس اور تنکا تنکا دشمن ہو۔ اور دویت بن میں مشورہ ہوا کہ کیا کریں ؛

اگرچہ دویت بن میں اول دفعہ گندھرون کی جنگ میں دریودھن کی جان ارجن نے بچائی تھی۔ مگر داؤں لگے پر کون چوکتا ہے۔ نہایت سوچ کے بعد متھرا کے نزدیک براٹ نگر کو روانہ ہوئے۔ اور راہ میں سنسان جنگل میں جاکر بھیس بدلا۔ یدھشٹر میر شکار اور مصاحب بنا۔ اور کنک برہمن نام رکھا۔ بھیم سین تنور سوبا بنا۔ ارجن ہیجڑا برہنلا بچوں کا اتالیق اور علم موسیقی کا استاد۔ سہدیو۔ تنت پال گئوشالہ کا منتظم۔ نکل گر نتھک گھوڑوں کا مہتر۔ دروپدی سیرندھری مشاطہ بنی۔ راجہ براٹ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور ظاہر کیا کہ ہم مہاراج یدھشٹر کے ملازم ہیں۔ مگر کیا جانئے ان کو مصیبت کا بھوت کہاں کہاں لئے پھرتا ہے۔ جیتے ہیں کہ مر گئے۔ آج تک جوان کی درگاہ سے ملا تھا اس پر گذارہ کیا۔ اب کارد باستخوان رسید۔ دو روٹیوں اور پیالہ پانی کے محتاج ہیں۔ ہمیشہ تابعداری اور خدمت گذاری کو حاضر ہیں ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

راجہ نے سب کو ملازم رکھ لیا۔ اور سیرندھری کو رانی کی خدمت میں بھیجدیا۔

عاقبت اندیش سیرندھری نے عام مشہور کر دیا تھا کہ پانچ گندھرپ میرے عاشق ہیں۔ میری شادی بیاہ اور محبت اور ہر ایک

اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

آخر تجہیز تکفین ہوئی اور تجویز یہ ٹھیری کہ سوزندھری کو مرحوم کے ساتھ ستی کیا جاوے۔ باندھ کرلے چلے۔ مگر جب وہ نگم بودھ میں پہنچے تو دیکھا کہ دور سے ایک گرانڈیل۔ کالا بھجنگا تنا در درخت کو جھنڑی کئے لمبے لمبے ڈگوں سے نہایت سرعت کے ساتھ مرگھٹ کو آرہا ہے۔ یہ مصیبت کا موقع تھا۔ کوئی فوج تو ساتھ ہے نہیں تھی۔ آتے ہی بھلے لوگ نے نہتے ماتم زدوں کی درخت سے مرمت کرنی شروع کر دی۔ بہتیرے بھاگ گئے۔ اور بیسیوں زخمی ہوگئے۔ اور جو مر گئے ان کا اور نیچیک کا سسکار کیا گیا۔ اور مشہور ہوا کہ یہ سوزندھری کا گندھرپ تھا۔ اور اس کو چھوڑ دیا۔ ع

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

یہ خبریں ایک کی دو دو ہو کر ہستناپور پہنچیں۔ تو کرن۔ شکنی۔ اور سب اخوان الشیاطین نے کہا کہ گندھرپ وغیرہ یہ سب بہانے ہیں۔ اور جھوٹے اور بناوٹی فسانے ہیں۔ در اصل یہ سب پانڈووں کی کارستانی ہے۔ چلو بیراٹ پر حملہ کر دو۔ اگر پانڈو مل گئے تو پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں۔ ورنہ نیچیک بہادر تو مر ہی گیا ہے۔ بیراٹ پر ہمارا قبضہ ضرور ہی ہو جاوے گا۔ بہر دو صورت ہماری چاندی ہے ؎

بچھ نہ کچھ یار کے ہم کوچے میں کر جائیں گے

کچھ مدت بعد ارجن کو شوق قدم بوس دوارکا کو لے گیا۔ اور ارجن کی شادی کرشن کی بہن سوبھدرا سے ہو گئی۔ پھر کرشن اور ارجن اندر پرست میں آئے۔ اور بدھشٹر کو راجسو جگ کی سوجھی۔ کرشن نے کہا کہ جراسندھ کی موجودگی میں یہ ارادہ مشکل ہے۔ اور اس کے سر کرنے کو کرشن۔ ارجن بھیم گئے۔ پندرہ دن کشتی رہی اور جراسندھ قتل ہوا۔ واپس آئے۔ اور راجسو یگ شروع ہوا۔ کرشن اور سسپال کی لڑائی میں سسپال کا خاتمہ ہوا۔ اور یگ سپورن ہوا +

اس اشومیدھ جگ کی جلوہ افروزی نے دریودھن کی حاسدانہ نگاہوں کو آگے سے سوا چکا چوندھی میں ڈال دیا۔ اور ایک نئی چال چلا۔ یعنی جوا کھیلنا چاہا۔ پانڈو راج پاٹ ہار گئے۔ اور بن باس کو نکل گئے۔ بارہ برس کاٹ کر تیرھواں برس راجہ وراٹ کے ہاں گمنامی میں ملازمت کر کے کاٹا۔ آخر خدا خدا کر کے یہ کافر مرحلہ بھی طے ہوا۔ تو سلطنت واپس طلب کی۔ مگر وہاں سے صاف جواب ملا۔ لڑائی ہوئی۔ کوروں کی صفائی ہوئی۔ یدھشٹر راجہ ہوا۔ اور پھر اشومیدھ یگ کیا +

مہابھارت کے جنگ سے پورے چھتیس ۳۶ برس کے بعد جادووں کی خانہ جنگی نے ان کا خاتمہ کر دیا۔ بلرام نے اسی غم میں سمندر کے کنارے پران تیاگ دیئے۔ کرشن جی نے سمادھی لگائی۔ دور سے کسی میر شکار نے ہرن جان کر تیر مارا۔ اور خاتمہ کر دیا۔ ارجن کو خبر ہوئی۔ گئے۔ اور وہ گلزار دیا نتیجہ بے چراغ و داغ دیکھ کر حیرت ہوئے۔ ...

میں کرشن جی معہ بلرام اور ساتک بہادر کے آپہنچے۔ راجہ دروپد اور راجہ مہاراج بھی حاضر خدمت ہوئے۔ اور صلاح مشورے ہونے لگے۔ آخر بات یہ ٹھیری کہ اگر کورو حق داروں کا حق ہنسی خوشی دیدیں۔ تو بہت بہتر ورنہ تلوار سے فیصلہ ہو +

اول بسم اللہ دروپد کے پروہت نے کی اور پیغام لے کر ہستنا پور گیا۔ ادھر سے سنجے۔ (دھرت راشٹر کا پرائیویٹ سکرٹری آیا) پھر ادھر سے کرشن جی سفیر بن کر گئے۔ اور ہزاروں اونچ نیچ دکھلائے مگر صلح نہ ہوئی۔ آخر یہ بھی کہا گیا۔ کہ حق نہ سہی تم پانچ گاؤں ہی دیدو۔ کہ ان کا گذارہ چلے۔ مگر لاتوں کے بھوت باتوں سے کب ماننے تھے۔ یہ صلح نہ ہوئی پر نہ ہوئی۔ اور اس قدر نوبت میں یہ ضروری ہوا کہ طرفین کے لشکر اور مددگار جمع ہو گئے +

اس جنگ کو پانڈوں میں یدھ ... کوروں میں دریودھن کرن ششکنی اور دوساسن کے سوا سب ناپسند کرتے تھے۔ مگر یہ اٹل اور ستیاناسی جنگ ہوا ہی رہا۔

پانڈوں کے مددگار یہ تھے۔ سری کرشن۔ بلرام۔ ساتک (جادو بہادر) راجہ بیراٹ۔ راجہ دروپد۔ اور دروپد کے فرزند دشٹدمن اور کرشنا۔ سہدیو (راجہ جراسندھ کا بیٹا) اتر۔ سویت۔ ششنکر (راجہ بیراٹ کے بیٹے) گھٹوٹ کچ (بھیم کا بیٹا) ابھمن (ارجن کا بیٹا) شکھنڈی بہادر یہ سب لشکر اور زر خزانہ سے ہمراہ تھا۔ اور بھیشم پتامہ کی

اے کوروچھیتر۔ اے سیاہ زمین۔ اے لوح مشق رجال۔ اے شہر خاموشاں۔ اور اے بدبخت ہندوستان کو ستاصل کرنے والی بربادی بخش بزمگاہ۔ تجھے وہ حالات یاد ہیں۔ جو یہاں گذرے۔ تجھے ان رشک رستم اور غیرت اسفندیار سیمین تن اور روئین بدن بہادروں کے کارنامے معلوم ہیں۔ جو یہاں خاک میں پیوست ہوئے۔ تو نے کیسے کیسے جوانمردوں کا خون پیا اور ڈکار تک نہ لیا۔ تو نے کیسی کیسی جمی ہوئی اور پشتینی حکومتوں کا نام ونشان مٹایا۔ ہندوستان کی تہذیب تجھ سے غارت ہوئی۔ انڈیا کی جہاں جاہی کا نشان تو نے گرایا۔ تو نے بڑے بڑے اولوالعزم عالی مرتبہ سکندر منش بہادروں کے گوشت کھائے۔ اور کروٹ نہ بدلی۔

ظالم تو نے ہی پرتھی راج کو غارت کیا۔ ہندوستان کا رہا سہا جاہ وجلال مٹایا۔ سوریوں کو برباد کر کے اکبری سکہ ملک پر لگایا۔ مرہٹوں کی جڑھ بیخ ہوا برد کر کے احمد شاہ ابدالی کی جے کی +

ہائے اے کوروچھیتر کی زمین! تو ہندوستان کی ڈائن ہے۔ جس نے اپنے سپوت بچے کھائے ؎

جمشید کہاں اور کہاں شان کیانی لنکا میں نہ وہ سر ہے نہ راما کی نشانی

شکنتلا وِشوامتر رکھی کی لڑکی تھی جس کی شادی دشینت سے گندھرب طور سے ہوئی تھی۔ شکنتلا کی ماں مینکا پری تھی۔ جس کو راجہ اندر نے وشوامتر کی عبادت خراب کرنے کو تپوبن روانہ کیا تھا۔ کیونکہ اس کو خوف تھا کہ مبادا یہ عابد میرا درجہ حاصل کرے۔

راجہ بھرت کی نواسے راجہ شانتنو بڑا صاحب اقتدار ہوا ہے اس کی رانی گنگا بھیشم پتامہ ایک فرزند چھوڑ کر راہئے ملک بقا ہوئی بھیشم پتامہ اگرچہ ہمہ صفت موصوف اور نہایت قابل اور تابعدار شہزادہ تھا۔ مگر دوسرے فرزند کی آرزو اور ستیہ وتی ناخدا زادی کے عشق نے بھیشم کے حقوق کو اپنے شوق پر قربان کر دیا۔ اور بڑھاپے میں رشتۂ فرزندی کو راجہ شانتنو نے تازہ کیا۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی کاندریں راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

رانی گنگا سے دو بیٹے ہوئے چترانگد اور وچتر ویریہ اور شانتنو چل بسا۔ بھیشم پتامہ نے چترانگد کو راج تلک دیا۔ مگر یہ بھی ایک لڑائی میں کام آیا۔ پھر وچتر ویریہ تخت پر بیٹھا۔ مگر اس کو تپ دق نے صاحب فراش بنایا۔ بیاس جی نے حکمت عملی سے ان کو تین اولادیں دلوائیں۔ دھرت راشٹر۔ پانڈو۔ بدر۔ اور یہ غنیمت ہوا ورنہ بھیشم کے پرن نے سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔

وچتر ویریہ فراش بیماری سے دق ہو کر ملک عدم کو چلا گیا۔ دھرت راشٹر اندھا تھا۔ اس واسطے بھیشم اور ستیہ وتی کے حسب مرضی

صحرائے عدم میں پہنچا دیا۔ کوئی نام لیوا اور پانی دیوا باقی نہ رہا۔ کرشن نے ارجن کو بلایا کہ بنس کی بنس کا تہس نہس ہو گیا۔ آؤ اور بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرو۔ بلرام کو بھی غم سے خودکشی کا شکار کر دیا ہے میں نے دنیا سے منہ موڑ کر سمادھی جمالی ہے +

ارجن روانہ ہوا۔ مگر وہاں پہنچنے سے اول کسی شکاری نے کرشن جی کو ہرن خیال کر کے تیر سے مکت لوک میں پہنچا دیا تھا یہ باقی ساقی کو سمیٹ کر چلے۔ راہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا مرتے دکھ بھرتے ہستنا پور پہنچے۔ یدھشٹر اور بھائیوں کو روداد سنائی۔ دنیا کی غداری اور بے وفائی سب کی آنکھوں میں آئینہ ہو گئی۔ یدھشٹر نے بجر کرشنا کے پوتے کو اندر پرست میں۔ اور پریکھیت ارجن کے پوتے کو ہستنا پور میں تخت پر بٹھایا۔ پھر پانچوں پانڈو۔ دروپدی سمیت ہمالہ پر سمادھی لگا کر جا بیٹھے۔ اور وہاں سے موکش لوک میں جا پہنچے۔ والبقاء للملک المعبود +

اے چرخ فلک خرابی از کینۂ تست   بیدادگری شیوۂ دیرینۂ تست
اے خاک اگر سینۂ تو بشگافند   بس گوہر قیمتی کہ در سینۂ تست

تنویر

یہ کتاب گیتا سری مہاراج کرشن جی کی ہدایات کا مجموعہ ہے جو بر موقع جنگ مہا بھارت ارجن کو کیں۔ ارجن نے جب دیکھا کہ مد مقابل

ادھیائے دوم سانکھیہ یوگ

اس میں بتایا گیا ہے کہ دُنیا سدا کال اس طرح ہے۔

روح ازلی و ابدی ہے۔ یہ بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ زید، عمر۔ روح کا لباس یا بھیس ہیں۔ ایک سوٹ پُرانا ہوا۔ دوسرا پہن لیا۔ پس بناوٹ کا غم لاحاصل ہے۔ دُنیا میں نہ کوئی مرتا ہے نہ مرے گا۔ فنا روح کو نہیں ہے تو پھر اس تبدیلی کا رنج بے فائدہ۔ اور بے علمی کا نتیجہ ہے اور سرے سے یہ غم بھی تو فی ذاتہ کوئی شے نہیں ہے۔ یہ رنج و خوشی بیرونی تعلقات سے حواس پر مسلط اور مستولی ہو جاتے ہیں۔

حواس پانچ ہیں۔ سپرش (لامسہ) گندھ (شامہ) رس (ذائقہ) روپ (باصرہ) شبد (سامعہ) جو بذریعہ کان۔ پران۔ اوان و پان۔ چند پر مانو (ذرات) انسان کے حواس پر گرتے ہیں۔ اس تعلق کا نام سپرش ماتر ہے۔

جب نفس انسان بے یاد خدا ہوتا ہے تو اس سپرش سے ہنکار (پندار) ہوتا ہے۔ پندار سے سردی۔ گرمی۔ لذت۔ آواز۔ نرمی۔ بو معلوم ہوتی ہے۔ اور یہی اشیا باعث آرام و راحت یا رنج و تکلیف ہیں۔ تو جس طرح اصل بے اصل ہے اسی طرح یہ رنج و غم وغیرہ بے اصل ہیں ان کا خیال فضول ہے۔

نے غم نا امید و فارغ از یاس و ہراس ۔ این است عبادت فقیران اثناس
قمر خود مستمند و با حقیقت بستند ۔ نے خطرہ و نے تفرقہ و نے وسواس

مگر پانڈو اور کنتی بھی اپنے حال سے غافل نہ تھے حکومت کی یاد اور تمنا دل میں نوک نشتر کا کام دیتی تھی۔ اگرچہ دم سادھے ہوئے تھے مگر دلوں پر ہمیشہ سانپ لوٹتا تھا۔

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ تمام راج کمار پانڈو اور کورو کرپا اچارج کی تعلیم سے فارغ ہو کر درونا اچارج کی زیر اتالیقی کامل ہوئے۔ اشوتھاما درونا کا بیٹا بھی راج کماروں کا ہمدرس اور ویسا ہی بہادر تھا۔ اور آخر امتحان پر کھل گیا کہ سب سو فیصدی پر پاس ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ رقابت اور عداوت کا بھی بہادر جسموں میں عنصر طبعی موجود ہے۔

درد ہے سینہ میں اور منہ کو جگر آتا ہے
بیٹھ کے پہلو میں دل کو ہے مسلتا کوئی

دل کی آگ بھڑک کر اب شعلہ زن ہوئی۔ کنک وزیر کی مصلحت سے دھرت راشٹر نے دونوں کو جدا جدا رکھنا مناسب خیال کیا کہ مبادا گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائے۔

پانڈوؤں کو وارناوت کا علاقہ دیا۔ اور وہاں ان کے واسطے محل۔ باغ اور تمام سامان معیشت و معاشرت تیار کرا دیئے۔ مگر درا ور دریودھن کی شرارت سے محلہ [illegible] لاکھ وغیرہ

سب باتیں ترکِ حرص و آرزو سے ملتی ہیں۔ اور یہاں سے دوامی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جس کی ابتدا ہمدردی اور غایت نجات اور خوشی ہے۔

قومے بہ تمنائے زر و مال خوش اند | قومے بہ تماشائے خط و خال خوش اند
بیدل ہمہ را بحال بد مے بینم | خوش حال کسانیکہ بہر حال خوش اند

ادھیائے سوم کرم یوگ

یہ باب باب دوم کی تشریح ہے

آدمی دو قسم ہیں۔ اہل حرص و اہل عرفان۔ حریص لالچ میں ہی مر جاتے ہیں۔ اور دوزخ ان کا ٹھکانا ہے۔

عارف کا ہر ایک کام بلا غرض ہوتا ہے۔ اور نتیجہ اس کا آرام مخلوقات ہے۔

فعل جسم کا خاصہ ہے۔ اور جسم میں فعل کی پیدائش قدرتی ہے جس کو پرکرتی کہتے ہیں۔ جو کہ انسان کے ساتھ سایہ کی مانند ہے۔ اسی سے حرکت۔ حرارت۔ بارش۔ غلہ مختلف صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اکاس (خلا) وایو (ہوا) اگنی (آگ) جل (پانی) پرتھوی (زمین) اس کی مختلف اشکال ہیں۔

فعل انسان کا خاصہ ہے۔ مگر بے تعلق اور بے آرزو و نتیجہ کرے تو محرم راز ہے۔ ورنہ مجرم اور لالچی۔

مجرم محرم اِکا صورت میں سو یاں ایسے ہاوے | مثال ابہہ بندی مجرم والی محرم اُتے آوے

ادھیائے ششم آتم سنجم جوگ

اس میں بتایا گیا ہے کہ جسمانی تعلقات اور افعال کا یوگ کے ساتھ تعلق اس وقت تک ہوتا ہے۔ جب تک کشف القلوب نہیں ہو جاتا۔ پھر مشاہدۂ جان کے بعد قوائے اندرونی کا کام ہے۔

عزلت زخودی و خونشستن میباید خلوت ہمہ بے جان و باربند میباید
بیشک عملے و ہمتے و شوقے بہتر لے آنکہ دریں کار سخن میباید

ادھیائے ہفتم گیان اوگیان جوگ

اس میں علم اشراق کا بیان کیا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ جو کچھ ہے سب میرے صفات ہیں۔ خاک، آب، ہوا، آگ، خلا، دل، تحقل، انانیت، زندگی (من: مدرکہ) (بدھ: ممیزہ) (چت: متخیلہ) (اہنکار: حافظہ) یہ سب میرے صراط المستقیم کے رہنما ہیں۔ اکاش، پون، اگنی، جل، پرتھوی میرے مظاہر ہیں۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتر یست معرفت کردگار

قدرت نے اپنے نیرنگ سے لطیف سے کثیف سے لطیف کی طرف نزول کر کے اپنا ظہور دکھایا ہے۔ یہ سب پانچ عناصر ہیں +

کان آواز سنتا ہے۔ جو خلا میں شبد گونجتا ہے۔ چمڑا سپرش

رات ہڈمبا راکشی کے حملہ کو روک کر اس کو چھٹی کا دودھ یاد دلایا۔ اور وہ یہاں تک رام ہوئی۔ کہ غلام بے دام ہو کر گندھرپ وواہ کیا گھٹوت کچ بھیم کا لخت جگر اسی کا نور نظر تھا۔

پانڈووں کی صحرا نوردی کے حالات کی تحریر سے قلم کے پاؤں آبلہ خیز اور چشم دوات اشک ریز ہے۔ روز نئی مصیبت اور ہر صبح نیا حادثہ۔ آخر بیاس کی ہدایت سے ایکچکرا پوری میں ایک برہمن کے ہاں برہمن بن کر جا رہے۔

چہ شد فریفتہ بر حال خاکساری ما
بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں دیدیم

یہاں کد مب راکشش کو ہر روز ایک آدمی کا گوشت بطور ضیافت ملتا تھا۔ اور آج میزبان برہمن کی باری تھی۔ بھیم نے اپنی جان جوکھم میں ڈال کر کد مب کو گھر لے عدم کی ہوا کھلائی۔ ساری ایکچکرا پوری نے طوق احسان اپنے گلے میں ڈالا۔ اور پانڈووں کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ کچھ مدت سستاتے تھے کہ دروپدی کا سوئمبر سنا۔ روانہ ہوئے۔ دریودھن۔ کرن وغیرہ ہر ملک کے راجے مہاراجے یہاں قسمت آزمائی کو موجود تھے۔ مگر شرط کڑی تھی۔ کہ ستون پر مچھلی نصب تھی۔ اس کے نیچے چکر گھومتا تھا۔ ستون کے پاؤں میں چھتے پر ایک تیل کا کڑاہ تھا۔ قادر انداز وں کو اسلئے ہوئے تیل سے دیکھ کر نشانہ باندھ کر لگانا تھا۔ جو گھومتے ہوئے چکر سے گذر کر مچھلی

ہوتا ہے۔

مسیم عشق دانی چیست دست از جان و دل برداشتن
از خود و انہ ہرچہ غیر اوست دل برداشتن

اس ادھیا میں دکھشائن اور اترائن کا ذکر ہے۔ کہ جب سورج قطب شمالی کی طرف ہو تو اس وقت جو رکھشی مرتے ہیں موکش پاتے ہیں۔ اور قطب جنوبی میں ہو تو پھر آواگون ہوتا ہے۔

جگوں کا بھی اس ادھیائے میں ذکر ہے۔ ست یگ = سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال۔ تریتا یگ = بارہ لاکھ چھیانوے ہزار سال۔ دواپر کی عمر = آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال۔ اور کل جگ = چار لاکھ بتیس ہزار سال میزان کل تینتالیس لاکھ بیس ہزار سال۔ یہ برھما کا ایک دن ہے پھر اتنی ہی مدت رات ہو جاتی ہے۔ رات کو برھما سو جاتا ہے۔ اور مخلوقات کا کام بند ہو جاتا ہے۔ بیدار نے پہلے سے ہے۔ پھر جاگتا ہے۔ اور کام شروع ہو جاتا ہے۔ اور ایسے ہزار سال بعد برھما مر جاتا ہے۔ اور مہان پرلے (حشر عظیم) ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں از سر نو پیدائش کا کام شروع ہو جاتا ہے اور دنیا بنتی ہے +

لہ سورج کے وجود سے روشنی اور عدم سے ظلمت کا وجود ہے تو روشنی گیان اور ظلمت جہل ہے۔ تو اس کی یہ تاویل ہوئی کہ وہ بھی لوگ جن کا آفتاب علم اترائن ہوتا ہے۔ نجات پاتے ہیں۔ اور جب کہ جہل کے سبب ظلمت اور پندار کا پردہ ان کے دل کے آگے آجاتا ہے۔ تو دوزخ میں پڑتے ہیں ۱۲

اس سے آگے دموں اور حواسوں سے کام نہیں چلتا۔ یہاں من اور بدھ کے ضبط کا انتظام ضروری ہے تو اس منزل کا خاتمہ اس سے دو چند قوت پر منحصر ہے۔ یہ آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار ہوئے۔ یہ دواپر یگ ہے +

چت کی منزل شامل ہو کر کل یگ سے تگنے بارہ لاکھ چھیانوے ہزار ہوئے۔ یہ تریتا یگ ختم ہوا +

اہنکار کی منزل طے کرنے کو اب کل یگ سے چوگنے سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار ہوئے۔ اور ست یگ ختم ہوا +

اس سے یہ مراد ہے کہ اتنے مراحل طے کرنے کے بعد گیان (فنا) جو برہما کا مقام ہے حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر یہاں آکر انسان غافل ہو جاوے۔ تو برہما کی رات ہے یعنے پچھلا کیا کرایا اکارت گیا۔ پھر شروع سے محنت کرے۔ اور کل محنت کے بعد پھر غافل ہو جاوے تو قیامت اعظم ہے۔ اور پھر حواس ردّیہ وغیرہ از سر نو مخلوق ہو جاتی ہیں۔ شروع سے محنت کرے۔ ورنہ نرک اور بڑی حالت ہے۔ مترجم

ہزار سال عبادت کنی و سر بسجود
مبند چشم کہ از دست می رود مقصود

اس سب سے یہ مطلب ہے کہ نفس کی شرارت سے ذہنہا

لگیں بھیشم پتامہ نے کہا کہ سویمبر برہمن نہیں جیت سکتا۔ اور
دنیا میں ارجن کے سوا کون ایسا کمان دارا ور علم انداز ہے۔ جو
سویمبر کی ایسی کڑی شرط پوری کرے۔ دریودھن بولا۔ وہ تو
برناوت میں بھسم ہوچکے کیا اب دوسرا جنم ہے بدر نے کہا پانڈو
ہر چند سادہ ہی سہی مگر پھر بھی ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلے جو ایسے کمزور
داؤں میں آجاویں۔ میری نظر ضرور غلطی نہیں کرتی۔ سویمبر جیتنے
والے پانڈو ہیں۔ اور جب ٹھیک طور پر یقین ہوگیا۔ سویمبر پانڈو
نے جیتا تو دریودھن کی ماں مرگئی۔ اور دھرت راشٹر کی آنکھیں
کھلیں کہ اب تو پانڈوؤں کے طرف دار بھی بہت بن گئے ہیں۔
کہیں ہاتھوں کی دی ہوئیں دانتوں سے نہ کھولنی پڑیں۔ اور
لینے کے دینے پڑ جائیں۔ فوراً انہوں نے ہرکارے دوڑائے
جو پانڈوؤں کو جاکر لائیں۔

بدر اور کنک گئے۔ پنچال میں جاکر عرض حال کیا۔ بہت
قیل و قال کے بعد راجہ دروپد نے کہا کہ میں پانڈوؤں کے جانے
پر خوش نہیں۔ دریودھن کا خوف دامن گیر ہے۔ آگے اور بات تھی
ہاں اگر سری کرشن ضمانت دیدیں۔ تو منظور ہے۔ سری کرشن جی
نے فرمایا کہ پانڈوؤں کا وطن میں جانا انسب ہے۔

العرض پانڈو ہستنا پور میں گئے۔ اور اب دھرت راشٹر نے
کھانڈو پرست کا سنسان جنگل علاقہ پانڈوؤں کو عطا کیا۔ مگر یدھشٹر

دوم - انسان تین قسم ہیں - بد - نیک - عارف - بد تو جاہل متکبر - غافل اور لذات دنیا میں منہمک ہوتے ہیں - نیک موحد - عابد - اور طائع اور مطیع احکام الٰہی ہوتے ہیں اور مدارج اعمال پر ملتے ہیں - عارف حق و باطل کی تمیز کرتا ہے عالم جلوہ صفات ہوتا ہے - پندار کو موہوم شے جانتا ہے بیم و رجا سے آزاد ہوتا ہے - اور علم ذات میں خوش رہتا ہے -

سوم - ترک انانیت - اس سے علم ذات حاصل ہوتا ہے اور نجات ملتی ہے -

ادھیائے دہم بھبوت جوگ احکام قوائے صفاتیہ سے مخلوق ہوتے ہیں - جو کہ قدرت کی اشکال مختلفہ ہیں - وہ آپ ہی تماشا گر ہے - اور آپ ہی تماشائین ہے - ان تمام باتوں کی شناخت ترک پندار سے حاصل ہوتی ہے - اور وہی عرفان ہے عارف واصل ذات ہو کر مسرور ہوتا ہے -

در دل مے کشاید دیدہ از اغیار پوشیدن
کلید قفل دل باشد نگہ از خویش دزدیدن

ادھیائے یازدہم روپ درس جوگ - اس میں

جسم و جان کی توضیح ہے۔

ادھیائے چہاردہم ترگن بھاگ تعلقات جسم و جان کا بیان ہے۔ ست رج اور تم کی ماہیت ہے اور یہ کہ افعال اور گنوں کا تارک گن آتیت بن کر نجات حاصل کرتا ہے۔

ادھیائے پانزدہم پرکھشوتم جوگ اس میں پچھلے ابواب کا اعادہ کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ لالچ اور حرص سے مبرّا اور آزاد ہونا معرفت کا حصول ہے۔ اور یہ عشق خالص اور محبت کامل سے ممکن ہے۔ عارف کو وصال ہے اور یہی وصال نجات ہے۔ مگر یہ کام مشکل اور محنت طلب ہے۔ کہتے جاؤ طلب صادق اور عشق کامل ہے تو پہنچ جاؤ گے۔

بشکل انفصال افتد چو پیوندے برید از ہم برحمت قطرہ دریا میشود چوں قطرہ شد دریا
بدریا قطرہ پیوند دگر دریاست در معنی حباب و موج ہم آیند چو در دور طرفتادی

ادھیائے شانزدہم دیوا سپر سینت جوگ اس میں اعمال صالح کی فہرست ہے۔

ادھیائے ہفتدہم تری بھاگ۔ خدا کی یاد اور ستوگنی فعال صراط المستقیم ہے۔

ادھیائے ہشتدہم سنیاس جوگ۔ واصلان الٰہی کی کیفیت ہے

و من ذوق باب الکریم الفتح ؎

چاند لگائے جاویں۔

کرشن جی کو دوارکا سے بلایا۔ مگر انہوں نے کہا کہ جراسندھ کا جب تک قلع قمع نہ ہو جاوے یہ جگ سپورن ہونا محال ہے۔ کیونکہ وہ بھی اسی ارادہ کا آرزومند ہے۔ ضرور مزاحم ہوگا۔ پہلے اس کا بندوبست کریں۔ کرشن۔ ارجن اور بھیم ادھر روانہ ہوئے۔ اور جاکر بھیم نے پندرہ دن کی کشتی کے بعد جراسندھ کو قتل کیا۔ کرشن نے سہدیو جراسندھ کے فرزند کو تخت پر بٹھایا۔ اور تمام کھتری راجوں کو قید سے چھوڑا کر اپنی اپنی راجدھانیوں کو عزت کے ساتھ روانہ کیا۔

واپس آئے۔ تو بھیم ارجن۔ نکل۔ سہدیو چاروں شہزادے فتوحات کو روانہ ہوئے۔ چین۔ ختن۔ لنکا۔ سماٹرا۔ پنجاب وغیرہ ممالک کو فتح کر کے اندر پرست میں واپس آئے۔ اور یگ کی تیاری ہوئی۔ دیس دیس کے راجے مہاراجے حاضر ہوئے۔ مگر ان دنوں میں چندیری کا راجہ سسپال سری کرشن سے دوبدو ہو گیا۔ اور مارا گیا۔ الغرض جگ ختم ہوا۔ اور تمام راجے مہاراجے خوشی خوشی اپنے دیسوں کو واپس گئے۔

دریودھن جب واپس ہستناپور گیا تو اس کا حاسد دل قابو میں نہ تھا۔ جو اس باختہ تھے۔ نہ یارائے جنگ تھی۔ نہ تاب تحمل۔ ازاں سو رانده وازیں سو درمانده۔ مگر از ذنب پر جھانڈا چھوڑا۔ شکنی دریودھن کا ماموں جو فتنہ مجسم تھا۔ بولا۔ کہ دریودھن! اب ایک

بھی ہو جانا۔ جو کہ اول غفلت و ظلم پھر عدم وانکار اعمال سے کمزور۔ اور پھر نفرت ان کو قاطبۃً ضائع کر دیتی ہے۔

یہ سب اعتراض حسد اور کجی کا نتیجہ ہیں۔ عدل اور سزائے ظلم علم اور تہذیب کا نتیجہ اور اس کے قیام کے واسطے ہوتی ہے۔ نہ کہ علم اور تہذیب کے استیصال کو۔ اگر مال و دولت کو قلعہ میں رکھنے پر چور نقب لگا کر نکال لیں تو حفاظت اور محافظین کا اس میں جرم کیا ہے۔ یہ تو جو کچھ کیا گیا تھا نیک نیتی سے مستحقوں کے حقوق کی حفاظت اور علوم اور تہذیب کے اہلوں کے واسطے تھا۔ مگر خدا کی مرضی سے کسی کا کیا چارہ ہے؟۔ والبقاء للملک المعبود

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
کاریکہ خدا کند فلک را چہ مجال

محمد سعید صدیقی اشرفی

نادوان ۳- ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

دیباچہ سری مدبھاگوت گیتا

اس کتاب کے اٹھارہ ادھیا ہیں۔ اور یہ مہابھارت کے بھیشم پرب میں ہے۔ جب عارف اور تصوف پسند لوگوں نے اس کو مہابھارت سے علیحدہ بطور وظیفہ ایک مستقل کتاب کی صورت میں لکھا تو اس پر ایک دیباچہ زیادہ کردیا۔ میں اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں +

اوم

نشترف کہا ہے منی بیاس نے
کرشن مہاراج ہیں دیوتا
کرے دور افکار باطل تمام
وشنو [illegible] کو تجھے شنکر
شش بندھنوں سے آزاد تجھ کو کروں
پڑھے جو دیپا تم پہ تجھے سرشتا اس
کرد ہیں انگوٹھے پہ اپنے گنے
یہ سب پہ پردے نشان اتر یاد

یہ گیتا کی منظوم منثور سے
نہیں دیوتا بلکہ پرماتما
سکھاتا ہے دانش کے ہم کو کلام
کہ سمجھاؤں عرفان رب البشر
تو بھرم کی زنجیر سب کاٹ دوں
تقدیر کو قلب پر سے ہراس
مٹے جان نہ خنجر سے نہ آگ سے
نہ پانی گلائے نہ سکھائے نہ باد

ہار ویاہ ۔ ۵

مرحبا شورِ جنوں زنجیر در کھڑکائے ہے
مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

بہت اونچ نیچ کے بعد دھرت راشٹر نے یہ فیصلہ کیا کہ پانڈو بارہ برس بن میں کاٹیں اور تیرھویں برس زاویۂ خمول اور کوئے گمنامی ان کا ماوا و ملجا رہے۔ اگر پتہ لگ گیا تو پھر از سرِ نو اسی شرط کا اعادہ ہوگا۔ اور اتنی دیر ان کا ملک دریودھن کے زیرِ اثر رہے۔

کنتی بیرانہ سالی کی سفارش سے بدر اپنے دیور کے پاس رہی اور دروپدی اور پانڈو روانہ ہوئے۔ بن باسیوں نے پہلے جا کر گنگا جی کے اشنان اور سونگ رشی کے درشن کئے۔ اور پدیش سناہ دوسری منزل کامیک بن ہوا۔ یہاں سری کرشن تشریف لائے دروپدی کو تسلی دی۔ اور انتقام کے وعدے سے اس کا دل ٹھنڈا کیا۔ تیسری منزل دویت بن تھی۔ والبدرشی سے ملاقات ہوئی۔ بیاس جی آئے انہوں نے ارجن جی کو حکم کیا۔ موقع غنیمت ہے۔ تم اسلحہ سازی اور فنونِ حرب کی تکمیل کو روانہ ہو جاؤ۔ اور باقی سب کو حکم ہوا کہ جب اپنا اپنا کام کر چکو تو یہاں ہی آ کر جمع ہونا۔ خیر بارہ برس ختم ہوئے مگر ابھی تیرھواں مصیبت کا سال سر پر تھا۔ گمنامی اور روپوشی بچوں کا کھیل نہیں۔ اور پھر پانڈوؤں جیسے مشہورِ آفاق لوگوں کے واسطے جن کے پیچھے دریودھن کی حریص اور حاسد نگاہیں لگی ہوں۔

کرشنا مہاراج دوہکر اُسے | کہ ارجن کو گیتا سے ہیں دے رہے
مہاراج فرزند بسدیو جی | دلارام و کامِ دلِ دیو کی
مہاں دیوتا ہا دیئے دو جہاں | کسِ بیکساں قاتلِ قاتلاں
تمہیں نے تو پانڈو کو دی مخلصی | تمہیں نے سکھائی ستم کی ندی
مہابھارت اک سر ہے لا انتہا | کنول اس میں گیتا کا ہی خوشنما
گلِ زعفراں کی سی اس کی شمیم | فصاحت میں ہے شان اسکی عظیم
مہاراج جی آپ کو نمسکار | ہر اک دیوتا تجھ پہ پروانہ وار

ہمالہ پہ لنگڑوں کا تم سے عبور
فصاحت کا گنگوں کو تم سے شعور

ادھیائے اول بکھیا جوگ

پانڈووں کی ترتیب جنگ

مؤرخ نے یہ داستاں یوں کہی | کہ سنجے سے کورو نے یہ بات کی
کہا اس نے کُرکھیت کا معسکر | سجا کورو پانڈو سے اس شان پر
کہا اس نے جے ہو مہاراج کی | تیاری یہ دونوں طرف سے ہوئی
کنوئر نے جو دشمن کی دیکھی سپاہ | درونا اچارج سے کہنے لگا
کہ استاد جی کیجیئے گا نظر | کس آئین پہ قائم ہیں پانڈو پسر
دریشتدمن سے ہے سپہدار فوج | بسایا اس کے ہے بھیم سالار فوج

ادھر دیکھنا بھیم ہے سست دل — سپہ پست ہمت ہے اور مضمحل
سنا جب کہ بھیشم سے نے یہ ماجرا — کیا سنکھ سے شور محشر بپا
تو ارجن نے منہ پر رکھا دیودت — بجایا اسے صور محشر صفت
بجایا کرشنا نے جب پانچ جن — پڑا شور و غل زیر چرخ کہن
تو پونڈریک پر منہ رکھا بھیم نے — رجا کو کیا بے رجا بھیم نے
یودھشٹر نے بھی سنکھ اپنا اٹھا — سیہ دل عدو کو ہراساں کیا
پیشو کو نکل نے بجایا بزور — ہوئے اس سے اعدا کے دل کیوں کمزور
بجایا جو منی پھپ کو سہدیو نے — تو مختل دماغ ملاں ہو گئے
دروپد نے سکھنڈی و دھرشٹدمن — شہ کاشی و ساتاک و ابھمن
مہاراج بیراٹ والا تبار — وہی پانچ پانڈو ثریا وقار
اٹھائے جو ان سب نے آلات جنگ — ہوئی زندگانی زمانہ پہ تنگ
شروع ہو گئی جنگ و کشت و خون — ہوا چیرہ دست آسمان زبوں
دلیران دریودھن کینہ جو — کھڑے ہیں ادھر صف بصف جنگ کو
کماں کر سکے زہ ارجن نامدار — ہوا مستعد جب پئے کارزار
تو بس یوں کرشن سے کہنے لگا — میری رتھ کو میداں میں لے چل ذرا
کہ دیکھوں وہ سب کون ناسور ہا — جو تیار ہے ہم سے بہر وغا
مرے سامنے تن کے آئیگا کون — مرے حملہ کی تاب لائیگا کون
بھلا دیکھ لوں وہ بہادر جوان — کہ جسکو ہے کوروں کے دشمن گمان
مہاراج کرشن آن کی آن میں — رتھ ارجن کی لے آئے میدان میں

کام کے مانع ہیں۔ اور ہر طرح سے میری عصمت و عزت کے محافظ ہیں
اور یہ بات ایسی مشہور ہوئی کہ بیراٹ کے گھر گھر میں زبان زد ہو گئی۔
اور ہر کوئی سوردھری کے ساتھ خوف سے اور کچھ اس کی ہر دلعزیزی
سے اور خوش اخلاقی سے دل سے محبت کرتا تھا۔ قریباً گیارہ ماہ
آرام سے کٹ گئے۔ آخر تقدیر نے بے آرامی کا منہ دکھایا۔ ؎

اک مصیبت سے تو مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی

دل میں تھا کہ اب چند روز میں اپنے راج پاٹ کو پائیں گے کہ کیچک
رانی کا بھائی۔ راجہ کا سالا سوردھری کے حسن کا متوالا ہوا۔ آخر چھیڑ
چھاڑ شروع ہوئی۔ مگر بھیم نے جو ملّور سویا بنا ہوا تھا۔ کیچک کا فیصلہ
کر دیا۔ اور پھر عین اُس دن کہ جب وہ اپنی کامیابی کی امید سے سوردھری
کی خواب گاہ میں چلا گیا تھا۔

سوردھری چیختی چلاتی رانی کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ کہ
حضور میں نہ کہتی تھی؟ کہ گندھرب ہر وقت میرے محافظ ہیں۔
ہائے کیچک کی جوانی پر موت نے رحم نہ کیا۔ ہے کال تو بڑا
کٹھور ہے ؎

جوان ہوتے ہی مرنے لگے حسینوں پہ
انہیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

رانی روئی۔ پیٹی۔ منہ نوچا۔ بال کھسوٹے مگر ؎

یہ ہیں بستی کشتی واقعی
یہ چور نگ کرنے کے قابل سہی

مگر پاسِ ناموس قوم کریم
ہوا سدِّ راہ قتالِ عظیم

رہا جب نہ مردوں کا دنیا میں نام
پھریں عورتیں ہر طرف بے لگام

ہوا وہ نژاد سیہ از فعل حرام
نجابت کا ہو جائے قصہ تمام

نسب بڑن سنتم ہوں ولد الزنا
مٹے پنڈ پانی کا سب ماجرا

جہنم میں کیوں قوم کا ہو مقام
مٹے کس لئے قوم و نیکی کا نام

کروں تا قیامہ اپنی عزت کا ننگ
کروں کس طرح اپنے خویشوں سے جنگ

نہیں کوئی حکم خواہاں میں تجھے
نہ اب جنگ پر آپ ابھاریں مجھے

یہ کہہ کر کماں ہاتھ سے پھینک دی
ہوس کچھ نہ باقی رہی جنگ کی

ادھیائے دوم سانکھ جوگ

سری کرشن نے جب سنی یہ مقال
تو جانا کہ ارجن ہے غم سے نڈھال

لگے اس کو کرنے نصیحت گری
کہ اے زیب سرداری و سروری

نہیں ہے یہ زیبا تجھے گفتگو
میاں! اٹھ کے دشمن سے ہو روبرو

جگر گردہ تیرا تو مشہور ہے
ہر اک گھر ترا ذکر مذکور ہے

یہ کی گفتگو تو نے کیا اے غضب
کریں کب یہ مردانِ عزت طلب

ارے جنگ میں ایسی دون ہمتی
یہ بے غیرتی اور بے عزتی

بہشتوں میں اہل شجاعت ہیں
جہنم میں نامرد بزدل گریں

گرفتار ہیں کل بہر سہ زمان
بہ تبدیل و تغییر نام و مکاں

تغیر نہیں جان کو ہے جسم کو
حوادث میں ہرگز پریشاں نہ ہو

کبھی ہے جوانی بڑھاپا کبھی
تناسخ ہمیشہ رہیگا یونہی

یہ سردی و گرمی ہے تن کیلئے
نہیں کوئی تکلیف من کیلئے

معین گھڑی پر اجل آئیگی
بدو نیک کو لے خلل آئیگی

بہت بادشاہان عالی وقار
کئے موت نے خاک میں خوار و زار

زمانہ کی حالت جو ہو ایک سی
تو بیٹا نہ میراث لے باپ کی

تو ہے مضطرب و مبادم کس لئے
بتا ان کا لکھا تا ہے غم کس لئے

بدن جان ہے پوشاک ہے اسکی تن
پھٹا کہنہ پہنا نیا پیرہن

فنا ہے لباس کہن کے لئے
نہیں جان کو بیم تن کے لئے

نہ مارے کوئی بھی مرتا نہیں
بگڑتا نہیں کچھ سنورتا نہیں

ذرا غور کر دیکھ اس راز پر
اٹھا اور مستعد ہو کے کس کے کمر

جو یہ راز کھل جائے اے محترم
مساوی ہے عیش و خوشی درد و غم

یہ ہے سر معنے یہ مغز ہے جیب
فراغت سے ہے عارف خوش نصیب

فنا ہے سبو کو نہ گل کو فنا
یہ تغییر ترتیب ہے مدعا

ہویدا ہے یہ عارفوں میں مدام
کہ ہے ذات جان آفریں کو دوام

سوا اس کے ہر چیز کو ہے عدم
نہ وقت معین یہ پل دمبدم

سمجھ اس طرح تن میں تو جان کو
کہ شمع فروزندہ چمنی میں ہو

پہ یہ راز ہر اک پہ کھلتا نہیں
یہ معرفت سب کو ملتا نہیں

فوج تیار ہوئی۔ بیراٹ پر حملہ ہوا۔ ادھر سے بھی ترکی بترکی جواب ملا۔ کوروی لشکر قریب تھا۔ کہ بھاگ نکلے۔ کہ کرن اور دریودھن کی تازہ دم ریزرو فوج نے حملہ کر دیا۔ اب اس بلائے بے درمان کا کیا علاج۔ برہنلا (ارجن) بولا کہ اب ان سب کا مقابلہ میں اکیلا کروں گا۔ اور وہ ناک پر انگلیاں مٹکا مٹکا کر باتیں کیں کہ ردتوں کے ہنستے ہنستے پیٹ میں جو سے ہے دوڑنے شروع ہوئے۔ اگرچہ سب کا یہ خیال تھا۔ کہ ہیجڑا کیا کرے گا۔ مگر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ برہنلا آخر راج کمار کا رتھ بان بنا۔ اور فوج لے کر نکلا۔ فوج پیچھے رہی رتھ کو برہنلا نے ہوا سے زیادہ اڑا کر حملہ کر دیا۔ (اتر ڈرتا ہوا سہما جاتا تھا۔ اور چیختا تھا کہ ارے برہنلا ذرا دم لو۔ کمبخت فوج کو آ لینے دو۔ میں اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا۔) مگر برہنلا کس کی سنتا تھا۔ بڑھ کر وہ تیر باراں کی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ جو باقی رہے سب نے پیٹھ دکھائی۔ میدان راج کمار کے ہاتھ رہا۔ فتح کا نقارہ بجاتا بیراٹ میں آ پہنچا۔ اور ہر طرف سے مبارک سلامت کی آوازیں آنے لگیں۔

یہ تیرھویں سال کا آخری دن تھا۔ دوسرے دن بد ھشٹر ظاہر ہوا۔ اول تو یہ خیال کیا گیا کہ یہ نوکر سودائی ہو گئے ہیں۔ مگر جب یقین ہو گیا تو راجہ بیراٹ نے نذریں دیں۔ نثار کئے۔ اور تخت سپرد کیا۔ اور آپ ان کے سامنے مجرا و سلام کیا۔ اتنے

کہ جاہل کو گردش سے آئے عجب
کسی کو تو ہے اس سے حیرانگی
ہوا پھر تو مامور جس کام پر
تو ہے چھتری بزدلی عار ہے
شہادت میں مرنا تو ہے برتری
کمر کس کے میداں کو تیار ہو
کہیگا کوئی ڈر کے الٹا پھرا
اگر ہے بآرزو کے مصاف
شہادت سے جنت میں ہوگی جگہ
جو ہے آرزوئے شہادت تجھے
قوی اور جری ہو لے تیغ تیز
حیات جہاں ہے حباب سراب
جو کچھ میں نے کی اب تک گفتگو
یہ اب جوگ کا جوگ دکھلاؤں گا
یہ مشکل تو ہے پر جو ہو کاربند
عمل ہے یہ مقبول اہل نظر
مرادیں ہوں خیرات ونیک سے حصول
اگر نیک کردہ یا کرو تم ہمدرد ان
طمع سے ہوں سب کار دنیا خراب

یہ عارف کو ہے اس سے رنج و تعب
کسی کے لئے وہم و دیوانگی
وہ کر اور رزم ہار رن سے نہ ڈر
تجھے جنگ کرنا سزاوار ہے
یہ کس کو ملے ہے بجز چھتری
نہ کر بزدلی اور نہ تو خوار ہو
کوئی منہ چڑائے گا المدعا
تو ہر اک خطا ہوگی تیری معاف
ظفر گر ہوئی تو ہوئے بادشہ
ملے دو جہاں میں سعادت تجھے
خجل ہو نہ میداں سے کرکے گریز
نہ کر نیک نامی کو ارجن خراب
خلاصہ یہ ہے سانکھ کا مو بمو
تمام اس کے اعمال بتلاؤں گا
وہی قید ہستی کی توڑے کمند
زیاں کمتر کہ فائدہ بیشتر
نہ ہو مطلق اس سے لیکن ملول
یہ ہے چند جا سنسار کا سو سخن
طمع سے دل اہل دنیا کباب

کرے پاس انفاس و ذکر خدا — اہنسا پہ مائل رہے وہ سدا
ہمیشہ رہے خلق پر وہ رحیم — باخلاق و عادات مولا کریم
بظاہر نہ ہو جو کسی کا آشنا — پہ باطن میں ہو ذات محو خدا
حواس اس پہ غالب ہوں نہار — ہمیشہ کرے شکر پروردگار
زباں کو نہ لذت کی ہو چاشنی — سماعت ہو آواز خوش سے غنی
تمنائے بستر نہ ہو جسم کو — گلوں سے بصر کو نضارت نہو
نہ ہو بوئے گل فرح بخش دماغ — تو پھر یاد حق سے ہو روشن چراغ
ہوا و ہوس سے تباہ کام ہو — طمع بد کرے نام و انجام کو
زبوں نفس ہو جائے دل رام ہو — توکل پہ موقوف ہر کام ہو
کرے خواب کم اور کرے کم غذا — لگائے رکھے دل کو سوئے خدا
گرفتار حس چاہ میں بے بصر — اسی سے ہے انجام سے بے خبر
یہ بیدار دل مطمئن ہے بشر — اسے کیا خبر کب ہو شام و سحر
یہ دنیا کی ہوشیاری و عاقلی — سراسر ہے خواب اور ہے غافلی
گرا ہے سمندر میں بے عقل کور — نہ پاؤں میں طاقت نہ ہاتھوں میں زور
جدھر چاہے لیجائے اس کو ہوا — مدو جزر میں تلف ہو بے حیا
یہ جس نے ہوا و ہوس چھوڑ کر — لیا راہ توبہ وہ خیر البشر
گھڑی اک جو ذکر خدا میں کٹی — نثار اس پہ دونوں جہاں کی خوشی
حسوں پر جو غالب ہوا مرد ہے — حقیقت شناس اور فرخندہ ہے
جو ذکر خدا ہو تو باطل کہاں — یہ واہی خیالات ہوا ہے بے نشاں

موت اسی سے آئی۔ کیونکہ وہ آدیہ حیچاری بہادر عورت سے مقابل ہونا اپنے پرن کے برخلاف سمجھتا تھا۔) اور پانچوں پانڈو۔ اور دیگر اُن کی اولاد اور ملازم۔ یہ فوج کچھ کمزور۔ اور تعداد میں بھی کم تھی۔ مگر ظفر و شکست خدا کے فضل اور حق پر منحصر ہے +

کوروؤں کے مددگار یہ تھے۔ سری کرشن کی فوج۔ کرن کنتی کا بیٹا۔ بھیشم پتامہ۔ بُدر۔ درونا اچارج۔ اور اس کا فرزند اشوتھاما۔ جو نہایت بہادر تھا۔ کرپا اچارج۔ کنک وزیر۔ نتلو کورو اور اُن کی اولاد۔ راجہ شل۔

آخر پر سری بیاس جی نے بھی اس جنگ کے نتیجے سے اور اس کا اونچ نیچ سب کچھ دھرت راشٹر۔ دریودھن اور اس کی سبھا کو سمجھایا۔ پر بے فائدہ۔ جب وہ اپنا فرض ادا اور قطع حجت کر چکے۔ تو جاتے جاتے سنجے کو کشف کی قوت عطا کر گئے۔ جو ہستناپور کے محل میں بیٹھا ہوا جنگ کے سب حالات دھرت راشٹر کو بتاتا تھا۔ جس کو نابینائی اور پیرانہ سالی نے ہستناپور سے نہ نکلنے دیا +

تمام فوجیں کورو چھیتر پر جمع ہوئیں۔ اور اٹھارہ دن معرکۂ کارزار گرم رہا۔ اور انجام اس کا کوروؤں کی بربادی اور ہندوستان کی تہذیب کے خاتمہ پر ہوا +

دارا نماند و شوکت ایراں تمام شد ... خورشید رفت و روز نمازت تمام شد
قہرم شکست عصر نماند و گذشت شام ... اے دیدہ پاس دار کہ خفتن ہم شد

خدا سے ڈرا سے کرشن تو کس لئے | مجھے حکم دیتا ہے سالوں کے
دورنگی نہ کر بات تو اے عزیز | بتا غم سے بچنے کی کوئی تمیز

کہا کرشن نے یاں یہ ہیں دو طریق
عمل والے اور عارفوں کا فریق

اہل عمل

عمل والے اہل دول پر جفا | دغاباز ہیں اور غرض آشنا
مگر دوسروں کو ہے اِس کا خیال | کہ ادراک سے فہم اس کا محال
وہ دنیا کے بندے دعا ان کا کام | یہ عابد رہیں حق کے صبح اور شام
مگر کام سے کوئی خالی نہیں | سوا فعل کے زندگانی نہیں
عمل سے نہ خالی ہو تو بھی کبھی | روش نیک پر کاٹ لے زندگی
عمل سے ہی دنیا کا ہے اہتمام | عمل سے ملے نار و دار السلام
بناوے عمل تجھ کو صاحب کمال | کرے دور آواگون کا وبال
پر اعمال میں جب ہو حاصل کمال | ہر اک کام کا ترک ہووے خیال
مگر دیکھنا ترک افعال گر | کریں دل کو ماتحت حسِ بشر
تو اس ترک سے کچھ نہیں فائدہ | گنہ بلکہ ہووے وہاں عائدہ
عمل کر عمل تو ابھی خام ہے | مگر ترک۔ اچھا یہی کام ہے
عمل اولاً بعد ازاں ترک کار | اگر تو کرے گا تو ہو رستگار
رِیا سے نہ کر ضبطِ حس زینہار | کرو شوق و ہمت سے باطن میں کار
کہ جب کام مولا کی خاطر کریں | ملے گی جگہ پاک فردوس میں
پہ گر نفس دوں کے لئے ہووے پیہم | تو ہوتا ہے دل قید رنج و غم

جہاں میں رہے گا سدا شاد کام — کہ ہے محو یاد خدا صبح و شام
جو ہے آرزو و شاغل کار ہے — ہمیشہ ہمیشہ مسکرا رہے
جنک راجہ اور اکشواکو مدام — یہ سب بے غرض کر گئے نیک نام
جہاں سے گئے ست یگ کو [illegible] — کٹی زندگی [illegible] کرتے سچے داد
خلائق پہ رحمت رضائے خدا — رضائے خدا خلق اہل صفا
بزرگوں کا دستور [illegible] — بنا حق پرستی کو اپنا شعار
جو [illegible] کرے وہ ہے [illegible] — نہیں تو پھریں راستی سے مدام

ترے لوک سے میں جدا ہو چکا
مٹا کر خودی خود خدا ہو چکا

مرے کام ہیں سب خدا کیلئے — رضا میری اس کی رضا کیلئے
بد و نیک یکساں ہے میرے لئے — کہ سب کام میرے خدا نے کئے
جو عارف نہیں نفس و رحمان کا — وہ سمجھے کہ ہر فعل مجھ سے ہوا
وہ جاہل ہے [illegible] ہے اور بے خبر — وہ ہے واجب الرحم جن و بشر
ہے کام پر دل نہ ہرگز لگا — [illegible] کہ دامن کو [illegible]
سمجھ میں مت [illegible] زندگی — کماں بشر ہے سرافگندگی
خدا دانی [illegible] راز — کہ ہر فعل کا ہے خدا کارساز

نوٹ اگر [illegible] نیک کام نہ کرے تو ہم لوگ راستی سے پھر جائیں گے۔
[illegible] ترے لوک [illegible] دنیا [illegible] دنیا عاقبت [illegible] اعمال۔
[illegible] روحانی [illegible]

ہے بھرت فسانہ تو یہ بھارت ہے کہانی پانڈو کا نہ ست کوروں کی نے ریشہ دوانی
نے رستم و گشتاسپ نہ دارا نہ سکندر
تیمور نہ چنگیز۔ ہلاکو ہے نہ بابر
ارجن ہے کہاں اور یدھشٹر کی حکومت بلرام نہ ساتک نہ کرشنا نہ پریکھت
نے سطوت دریودھن و نے بھیم کی صولت بھیشم کا پرن ہے نہ درونا کی لیاقت
ایران و عرب ہند نہ ہے روم و بخارا
اے ایشیا بیتی ہے تری کس نے وہ کایا
من از بیگانگان ہرگز نہ نالم کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد
ہندوستان بلکہ ایشیا جو خمیازہ بھگت رہا ہے وہ اس کی اپنی نااتفاقی اور جہالت کی کرتوت ہے +

الغرض جس میدان پر آج تک دریودھن دریودھن کے نام کا ڈنکا بجتا تھا۔ اس دھرتی سے یدھشٹر یدھشٹر کی صدا آنے لگی:
مہاراج یدھشٹر ہستناپور پہنچے۔ دھرت راشٹر کو بہ نام کی تخت نشین پر جلوہ افروز ہوئے۔ داد و دہش سے گھر گھر منگلاچار ہونے لگا۔ راجے مہاراجے جو بچے اپنی اپنی راج دھانیوں کو سدھارے +
بتد الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست
آمد از گتیم عدم بر سر میدان شہود
اس واقعے سے پورے چھتیس سال بعد جادو بنسیوں کی حماقت سے وہ جدھ چھڑ گئے کہ سب کٹ مرے۔ حسد و نفاق نے سب کو

نہیں خو یہ آئینہ سے کچھ جدا | جنین[1] وہ مشیمہ ہے یہ آئینا
بیولاج سے انسان کی بن گئی گت | جہالت میں مستور ہو معرفت
کرے آرزو آدمی کو خراب | پڑے آرزو سے سر پہ رنج و عذاب
جسم کو سمجھ جسم سے دور تر | تو دل انسان کا اس سے بھی ہے پیشتر
خرد دل سے آگے خرد سے جان | بہت دور جان سے خدائے جہان[2]
تو گر مقصد جان کی ہے آرزو | تہی آرزو سے کر تو دل کا سبو

ادھیائے چہارم - کرم سنیاس جوگ

ہوئے جبکہ پیدا زمین و زمان | دیا جوگ کا میں نے سورج کو گیان
منو نے سکھ کر اس سے عارف ہوا | منو سے سنا اکشواکو نے بنا
اور اس سے یہ دنیا میں رائج ہوا | ہر اک اہل دل کا بنا رہنما
سکا میں تو ہوں اب تلک بے خبر | رکھا اس کو سدا اپنے زیر نظر

[1] جنین رحم میں کا بچہ مشیمہ بمعنے جیودر (جھلّی) - انول - وہ پردہ کہ جس میں رحم کے اندر بچہ ہوتا ہے مستغنی ہو کہ ... بد خوئی یہ مجہول ہے وہ بد خوئی جس میں اس طرح ملفوف اور مستور ہے جس طرح جنین مشیمہ میں - [1] یعنی انسان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اس کی معرفت ایزدی جہالت کے اندر مستور اور گم ہو جاتی ہے اور وہ کورے کا کورا رہ جاتا ہے ۱۲

[2] جسم جسم سے - ورے محسوس سے ... دل سے - اور جان عقل سے اور خدا جان سے بالا و برتر ہے - اعلے درجہ کو حاصل کرنے والے چھوڑ دیا جاتا ہے - تو اگر محسوسات موجود نہیں تو خدا کا عرفان نہیں ہوا ۱۲

مرے ہی تو ہیں چار برن آشرم ــــ یہ جم سے ہے کہاں اور کہاں جام جم
گنوں سے برن اور برن سے عمل ــــ ہر اک شے سے ظاہر ہیں ہم بے فعل
بظاہر تو مشغول و درکار ہوں ــــ مگر فارغ از کار و کردار ہوں
سمجھے جو کوئی یوں عقیدہ رکھے ــــ ہوا و ہوس سے منزّہ رہے
ازیں پیش سب عاشقانِ نجات ــــ نہ تارک ہوئے فعل کے تا حیات
تجھے بھی حکمت کی ہے گر آرزو ــــ عمل سے ہٹا اپنا دل اور نہ رو
بہت لوگ ہیں جو کہ گمراہ نہیں ــــ یہ نیک اور بد سے وہ آگاہ نہیں
تمیز ایسی باتوں میں دشوار ہے ــــ یہ صاحب دلوں کی یہی کار ہے
مری باتیں گر کچھ مؤثر ہوئیں ــــ تو جنت میں جائے گا تو بالیقیں
بتاؤں تجھے سب اور کروں دور وہم ــــ اکرم اور کرم اور سوم ہے بکرم
ہیں یہ تین قسموں کے فعل اے عزیز ــــ کہ حیراں ہیں ان میں صاحب تمیز
جو واجب کو چھوڑے وہی ہے شقی ــــ تو واجب ہوئی اس پہ شرمندگی
جو ناکردنی سے کرے احتراز ــــ ہوا نیک بندوں میں وہ سرفراز

لہ: چار برن یہ ہیں - برہمن - چھتری - ویش - شودر - اور چار آشرم یہ ہیں - برہم چریہ - گرہست - سنیاس - بان پرست - مطلب یہ کہ جس طرح جام جم سے جمشید کا مرتبہ اعلیٰ و برتر ہے - میرا مرتبہ بھی برنوں اور آشرم تمام چیزوں سے بالا ہے - مجھے پانے کے واسطے فقط کوئی آشرم ہی اختیار کرنا یا کسی برن میں پیدا ہونا کافی نہیں - میری معرفت حاصل کرنے کے واسطے خاص اعمال کی ضرورت ہے - "۲" دوسرا مصرعہ بطریق استعارہ و تشبیہ ہے" ۱۲

بھائی ،چچا۔دادا۔گورو۔دوست۔غرض اپنا ہی لہو ہے۔جو بگڑ کر برروئے کار آیا ہے جوش ہمدردی اور محبت سدراہ جنگ ہوئی۔مگر کرشن جی کی دوربین نگاہیں تاڑ چکی تھیں۔کہ مادہ فاسد قصد طلب ہے۔سمجھا بجھا کر پیار چمکار کر سیدھا کیا اور جنگ کا خاتمہ کرا دیا۔سچ ہے

پیر مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق
نامرد مرد، مرد جوانمرد بن گیا

یہ کتاب محض روتوں کو ہنسانے۔روٹھوں کو منانے۔اور خیروں کو مرد بنانے ہی کا افسوں نہیں۔بلکہ معرفت کا خزانہ اور گیان کا گنجینہ ہے۔درویشی کے تمام اسرار جو سینہ بسینہ چلے آتے ہیں سب اس میں درج ہیں۔

سِرّ خدا کہ عارف سالک بکس نگفت
میرانم یقین کہ بادہ فروش از کجا شنید

آج تک اس کے باون سے زیادہ ترجمے ہو چکے ہیں اور تشریحات بھی بے شمار ہیں۔سب سے پہلا ترجمہ جو سنسکرت سے دوسری زبان میں ہوا۔وہ شیخ ابوالفیض فیاضی فیضی کا ہے۔اس میں اٹھارہ باب یا ادھیائے ہیں۔

ادھیائے اوّل بکھیا جوگ — صرف سپاہ کی تیاری اور صف بندی کا حال ہے اور ارجن کے انکار کا ذکر ہے۔

کئی یوگ اور یگ میں شاغل رہیں ۔ کہ مقصود دل اس سے حاصل کریں
کئی اک غذا پر کریں اکتفا ۔ کئی برت رکھا کریں دائما
یہ جو ایسے کاموں سے غافل ہیں ۔ وہ جاہل جہالت میں ہی جان دیں
ملے معرفت جوگ سے بے گمان ۔ کہ جوگی ہے مولائے ہر دو جہان
تحمل قناعت سے جن آشنا ۔ توکل پہ رکھ اپنے سب مدعا
قناعت یہ کر اس پر کہ جو کچھ ملے ۔ نہ لذت تقاضائے خواہش کرے
نہ حاسد بن اوروں کے اقبال پر ۔ خیال بدی سے نہ مختل ہو سر
سمجھ لے کیا جو خدا نے کیا ۔ جہان جان سے ہے زیر حکم خدا
یہ من آگ اور یہ موم سا گھی تن ۔ ہر جسم سے ہے نہ کرو ہم اس پہ فدی
کرے تو بھی گر جوگ کو اختیار ۔ تو ہوتا ہے لطف پروردگار
عمل ہے مگر علم سے خوب تر ۔ ملے علم سے ہر طرح کی ظفر
یہ فاضل ترین علم عرفان ہے ۔ یہی موکش اور وصل کی جان ہے
گیان آگ سے ہے یہی پاپان نشٹ ۔ یہ کرموں کو کر دے جلا کر بھسم
تو رہ محو عرفان ذات خدا ۔ رہے سوز دل میں اسی ذات کا
ہمیشہ عارفوں کے سبھی فکر و غم ۔ نہ کر دل پہ غفلت سے جور و ستم
اگر آتش شوق ہو دل میں تیز ۔ رہے کب ہوا و ہوس کی ستیز
جو عارف ہے سے شاہ ہر دو جہان ۔ گیانی ہے ۔ شاہ زمین و زمان
گیانی گرچہ نہیں ہے خدا ۔ یہ ہرگز نہیں ہے خدا سے جدا

لہ سفطرم ۔ شعر نمبر ۱۳۰

بتاؤ مجھے بہسر پروردگار

کہا کرشن نے ترک سے ہے خوب تر
کرے مدعا خوب ہے کار کرد
کہ ہر شخص قادر نہیں ترک پر
کہ ترک عمل سے ہے تو اس کی سرشت
عدو اور یاور سے یکساں قتال
پہ نادان و جاہل بطالت شعار
پہ دانا سمجھے عارف کی ہے اک نظر
بجز جوگ کے سانکھ ملنا محال
کرے لے غرض کام پائے نجات
کمالات جوگی جو ہووے تمام
جو ان دو طریقوں سے ہو محو ذات
بجز ذات حق عشق کرتا نہیں
دل و جان سے محو خدا جو ہوا

کہے ہے کون سی خوب دونوں میں کا

مگر پھر بھی کرتا رہے کچھ بشر
جو ایسا ہے۔ ہے نیک زاد مرد
ز فضل خدا سے ہر اک مستتر
جو ہر ایک جانب رہے سمدرشت
کرے۔ اور نہ رکھے دوئی کا خیال
جدا عقل سمجھے جبد ترک کار
نہ جوگ پر اور وہی سانکھ پر
پہ یوگی کو عرفان سے اور وصال
کہ اجرت ہر اک کام کی ہے ممات
تو سنیاس کچھ جوگ کا ہے مقام
بہت جلد پائے مقام نجات
کہ پاتا ہے نور خدا ہر کہیں
ملے گی اسے کس عمل کی جزا

(بقیہ صفحہ ۷۵) تی لغزش۔ مطلب یہ ہوا کہ ترک عمل یعنے کرم سنیاس بہتر ہے
عمل یعنے کرم جوگ بے زلل اور بے لغزش اور درست کام ہے ۱۲

لہ فرمایا کہ کرم سنیاس کا درجہ اعلیٰ ہے۔ مگر آدمی کو چاہیئے کہ کچھ نہ کچھ کام کرتا ہی رہے یعنے کرم جوگ کرے مگر بے مدعا کرے ۱۲ ٤ مستتر = پوشیدہ ۱۲ ۵ سمدرشت = سب کو ایک نظر سے دیکھے بے تعصب۔۱۲

پھر تین گن کی تشریح ہے۔ تموگن (نفس امارہ) رجوگن (نفس لوامہ) ستوگن (نفس مطمئنہ) جب سپرشش ماترا سے پر ماتو اپنا اثر ڈالیں اور ان سے ایک خاص کیفیت پیدا ہو کر دل پر مسلط ہو جاوے یہ تموگن ہے۔ اور جب اس کیفیت مذکورہ کو دل سے زائل کرنے کے لئے مادی یا علمی وسائل اختیار کئے جاویں یہ رجوگن ہے۔ اور اگر کوئی کیفیت دل پر مسلط نہ ہو یہ ستوگن ہے۔ اور یہی حالت مسلط ہونے سے انسان قابل نجات ہے۔

ملّا بہ نماز و روزہ ضبطے دارد　　صوفی بجذب خویش ربطے دارد

رندان بمئے دو سالہ دل شاد کنند　　ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

پھر عقل کی تقسیم کی ہے۔ عقل سلیم (گیان جوگ) اور عقل یا سوا بین (کرم جوگ)۔ اولی عقل ایک بحر محیط ہے اور دوسری عقل اس کی امواج ہیں +

جسم کا کام فعل ہے۔ اگر فعل بہ تقاضائے بشری بستا اور کوئی خاص نتیجہ اس سے ماموں ہے تو یہ کرم لوگ ہے۔ اور اگر فعل حسب عادت جسم سے سرزد ہوا اور قلب کو اس سے نتیجہ یا لذت رد یہ یا فاضلہ مطلوب نہیں۔ گیان جوگ ہے۔ اور یہ اعلےٰ درجہ ہے۔ جس کو ملا اس کی نجات ہے +

عقل سلیم (گیان) ہی عقل ساکن یا عقل غیر متحرک ہے۔ حواس سے قابو میں آجاتے ہیں۔ اور پھر ترک فعل ہوتی ہے۔ اور یہ

دوم جو کہ خیرات نہ کچھ ان سے ہو ... سوم ہیں اجیر و نکوہیدہ خو
چہارم وہ جو لوگ کرتے ہیں کام ... سمجھتے ہیں ہم نے کیا انصرام
نہیں اک کیا جو خود نے کیا ... حقیقت میں ہیں سب یہ اہل خطا
جہالت کا زنگ آئینہ پر لگا ... لگا سنگ غفلت شکستہ ہوا
یہ ہے صاف آئینہ عارفان ... کہ ہو نور حق صاف اس سے عیان
برابر ہے ان کے لئے مور و فیل ... برابر ہیں ان کو عزیز و ذلیل
گدا و شہنشاہ یکساں انہیں ... مراعات قلب شکستہ کریں
نہ اپنے لئے ان کی کچھ التجا ... نہیں ان کے دل کا کوئی مقتضا
نہ لذات سے ان کا دل آشنا ... انہیں صرف ہے ذوق یاد خدا
نہ شکر ان کا شیوہ نہ شکوے کار ... مدام ان کے دل میں سکون و قرار
ہوا و ہوس سے ہمیشہ نفور ... خداوند عقل اور اہل شعور
یہ ہے تعزیت خانہ دنیا تمام ... کہ اس جا میں آرام - غم ہے مدام
جو حرص اور غصہ سے ہے دور تر ... نہ ہے شاد و خرم ہمیشہ بشر
دل اس کا ہے محو کس کی سرگرہ ... اسی میں زمیں اور اسی میں سما
وہ مغموم ہوتا نہیں زینہار ... نہ ہو دور اس سے سکون و قرار
نہیں تو نہ ان میں وہ مرد کبیر ... فرشتوں کا جن و بشر کا امیر
یکی اور عجب دخلوت گزینہ ... نہ ہوں قید دنیا سے دوں ایں

۱ [illegible] ۲ [illegible] عاطلیہ ۳ [illegible] ۴ [illegible] ۵ [illegible] الزام خدا یہ
[illegible] ۶ [illegible] خدا کو دیکھتا ہے ۷ [illegible]

نہیں فرق جوگ اور سنیاس میں
اگر۵۱ دل میں دنیا کی الفت رہی
عمل کے سوا جوگ ملنا محال

جو مغلوب حرص و ہوا کا ہوا
اٹھا۵۳ دل کو معراج پر مت گرا

ہوئے جسکے وہم اور محسوس زیر
مظفر ہو تو دل پہ اسے نیک خو
کہ وہ جوگ میں مرد کامل ہوا
جو دل میں سما جائے وہ دل رُبا
یہی دل تو ہے یار دشمن یہی
اگر دل پہ قابو ہے۔ ہے دوستا
نہیں اہل دل کو کوئی کیف۵۵ و کم
دل اس کا تو ہے گنج علم و کمال
زر و خاک پر اس کی یکساں نگاہ
نہ خویش اور بیگانہ میں فرق یاں

ملیں دونوں یہ پاس انفاس میں
عبث زندگی کی مصیبت کٹی
ملے جوگ سے معرفت کی محال۵۲

وہ دونوں جہانوں میں رسوا ہوا
نہ اس دوست کو اپنا دشمن بنا

ہوا جوگ میں وہ زبردست شیر
کہ مغلوب ہے یا یہ غالب عدو
نظر میں نہ جز نام حق کچھ رہا
دکھائی نہ دیوے گا کچھ ما سوا۵۴
یہی خضر ہادی ہے رہزن یہی
نہیں۔ ہے ستمگار عالم شکار
نہ فرحت سے راحت نہ غم سے الم
جہاں اس کے آگے ہے خواب و خیال
سلامت ہے گو راستی اس کی راہ
کرے یار و اغیار سے نیکیاں

۵۱ اگر جوگی کے دل میں دنیا کی محبت ہے تو اس کی زندگی بے فائدہ ہے۔ زندگی سے غرض وصال حق ہے اور غرض یہ ہے کہ دنیا کی محبت نہ رہے ۱۲ ۵۲ محال = جاگیر ۱۲
۵۳ زبردست کو زیردست نہ کر ۱۲ ۵۴ ما سوا = سوائے خدا کے ۱۲ ۵۵ کیف و کم کسی بات سے کوئی کیفیت یا اثر نہ حاصل ہونا ۱۲

ادھیائے چہارم سنیاس یوگ

اس میں ارجن کا سوال یہ ہے کہ دیوسوت (راجہ سوریہ)

اور راجہ اکشواکو آپ سے لاکھوں سال اول ہوئے۔ تو آپ ان کے استاد کیونکر ہیں۔ تو جواب ملا کہ عادتُ اللہ ہے۔ کہ جب دنیا گناہ سے پُر ہو جاتی ہے تو ایک ہادیٔ برحق دُنیا پر آتا ہے۔ ویسا ہی میں ہوں۔ اور ازل سے دُنیا کا یہی حال اور کام جاری ہے۔

پھر تقسیم اعمال بتائی ہے۔ نیک (کرم) بد (بکرم) ترک فعل (اکرم)

کرم وہ فعل ہے۔ جس سے کوئی نتیجہ مطلوب ہو۔ خواہ بد خواہ نیک۔ اور جب کسی نتیجہ کی آرزو نہ ہو تو ترک فعل ہے۔ اور یہ سب سے اعلیٰ مقام عرفان ہے۔

باز آ باز آ از ایچہ ہستی باز آ — گر کافر و گبر و بُت پرستی باز آ

ایں درگہ ما درگہ توحیدی نیست — صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

یہ علم عارفوں سے ملتا ہے۔ اُن کی تندیا اور تعظیم کرو۔ اور یہ علم گناہوں کی آگ اور انسان کا ذریعہ نجات ہے۔ اور کرم گیان کے بارہ طریق بتائے ہیں۔ عنصات پرستی۔ عملی بذریعہ عمل (اجپا جاپ) سُرتی سادھنا (حواس کو قابو میں کرنا)، اشٹانگ یوگ (ضبط محسوسات بذریعہ حواس)، من دھیان (ضبط دل)، دان (خیرات)، تپ (زہد) آپا پہنا (استغراق در ذات وصفات الٰہی)، وِدیا (علم)، پرانا یام (حبس دم)، کم کھانا کم سونا۔

عسل مکھیاں جب فراہم کریں
نہ دل میں رہے جب ہوا و ہوس
دل بے قرار اس کا پائے قرار
نظر آئے دل میں اُسے نورِ ذات
مزے وصل کی اس کو لذت ملے
کہ ہو پاک جب زنگ سے آئینا
رہے رنج و غم سے سدا مطمئن
تو جب دیکھے دنیا کو اس نور سے
جہاں سارا ہوا اس کے دل میں نہاں
کرے آپ کو جو کوئی محوِ ذات
نکل جائے گرداب اعمال سے
مزے برگ و بار اور مولا کو دیکھ
محیط جہاں ہے یہاں محوِ ذات

تو دل اپنا اس سے ہٹا کر علیں
تو جانے کہ اللہ باقی - و بس
نہ ہو قید یا گردشِ روزگار
رہے خرم و شادماں تا حیات
نہ غیروں کا خیال اس کے دل میں ہے
پڑے عکس روئے دلارام کا
نہ حاجات دنیا ہوں خاطر شکن
تجلیِ حق سب کو پھر جان لے
جہاں میں ہوا اس کا ہی جلوہ عیاں
نظر آئے دنیا سے ازصفات
ہو تا صانِ مولا کے متعال سے
نگہ کر ادھر مجھ میں مولا کو دیکھ
ادھر دیکھ ہیں جلوہ گر شش جہات

تو کی عرض الرحمٰن سے اے ذو الکرم
سکھایا ہے مجھے جوگ اور حبسِ دم

سلہ جس طرح مکھیاں شہد جمع کر کے اڑ جاتی ہیں اور کوئی تعلق ان کو شہد سے نہیں ہوتا - چاہیے کہ جوگی بھی اسی طرح قطع تعلق کرے ۱۲ سلہ جب جوگی ذات حق میں محو ہو جاتا ہے - تو اس کو یہ تمام دنیا اپنی ایک صفت یا عرض معلوم ہوتی ہے ۱۲ سلہ مولا = پھول ۱۲
سلہ ادھر یعنے دل میں - مطلب یہ کہ جوگی کے دل میں ہر ایک شے ہوتی ہے - اور وہ سارے جہان پر محیط ہوتا ہے ۱۲

جو تسلیم میں ہووے محوِ رضا
یہ ہے دیوتا جو گئے نا تمام
بہشتوں میں کچھ عرصہ ہو کر مکین
بنے بادشاہ صاحبِ ملک و مال
گر تھی اس کی خواہش نہ کامل ہوئی
اسی طرح جب تک کہ کامل نہ ہو
یہ عارف ہیں زاہد ہے خوش نہ
یہ جاہل ہے کہ غفلت سرشت
گئے دوزخ اور کہ ہے نفس جہنم
بنا لے تو دل اپنا جوگ آشنا

بہشتوں میں اس کو ملے عمر کا
ملے اس کو جنت میں چندے مقام
پھر آتا ہے واپس بروئے زمین
بنے یا کہ وہ عابد باکمال
ہوا و ہوس اس کی کچھ اور تھی
نجات اس کو زنہار حاصل نہ ہو
عبادت کا غرّہ نہ ہووے مگر
نہ موکش کو پائیں گے اور نہ بہشت
دلائیں انہیں ان کے کھوٹے کرم
تو بن جا خداوند ہر دو سرا

ساتواں ادھیائے - وگیان جوگ

جب اخلاص کی راہ دکھلاؤں گا
ملیں گے تجھے وہ کرامات جوگ
وہی مرد کامل [illegible]
جہاں مرد گیانی [illegible]
اسی کے [illegible]
بتا [illegible]

تو اس خاص منزل پہ پہنچاؤں گا
کہ چھپ جائیں سب مشتبہ حالت جوگ
کرے جو کہ عرفان کی غار میں
کہ آگاہ عرفان منزل ہوا
تماشا سکے ہیں محض از رہ صفات
[illegible] آسمان

رلس) کرتا ہے جو ہوا میں ہوتی ہے۔ آنکھ دیکھتی ہے جو روپ کی دلداؤ ہے۔ زبان رس یعنی سہے رطوبت ہے۔ ناک مٹی سے گندھ (بو) لیتا ہے۔ اور اس طرح افعال اور ان کے پران پانچ نفوس ہیں۔

ہاتھ سمان اندری ہے۔ قوت استبداد۔ پاؤں میں پران (قوت رفتار) ہے۔ منہ میں اپان یعنی قوت ماسکہ ہے۔ مبال میں و پان۔ اور مقعد میں اودان قوت خارجہ ہے۔

اسی طرح اور قوتیں ہیں۔ اور یہ سب مظاہر قدرت ہیں۔ مگر جب تک انسان غور نہ کرے کچھ نہیں ملتا۔ اور اپنا تعلق اور غرض دور نہ کرے لا حاصل ہے۔

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز

ادھیائے ہشتم۔ سدھ جوگ

اللہ کی ذات بے نشان قیام عالم کا باعث ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہے۔ نہ عقل کو وہاں تک رسائی ہے نہ حواس کو اس کی شناسائی ہے۔ اور جس قدر متمیز ہوتا ہے۔ وہ اس کے مقامات اور مدارج قرب ناشناسیہ ہیں۔ اس پاک مولا کے دریافت کرنے کو علم اشراق کا ہونا ضروری ہے اور یہی علم باطن ہے۔ جو باطن میں پیدا ہوتا ہے۔

ہر دم مولا کا تصور کرنے سے اور فعل کو اس کے تفویض کرنے اور دل کو اشغال سے فارغ کرنے سے اس کا وصال حاصل

جو باصدق و اخلاص محنت کرے
نہ دل اس سے ہرگز کسی کا دکھے

دوم جو کہ دولت کو حاصل کرے
کہ غیر دل کا نقصان اس میں ہے

سوم جو کہ عاشق ہو عرفان کا
چہارم خبیر رموزِ خدا

مرا عشق اکثر کا ہے درد خواہ
نہیں مجھ کو پاتی ہے ہر اک نگاہ

مرا مسلک ہے وہی آئینا
کہ صیقل کرے اس کو نورِ خدا

مکونات[1] میں جلوۂ ذات ہے
یہ نیرنگ اوصاف کی بات ہے

شناسائے جلوہ ہوا گر بشر
رہے جانب جلوہ اسکی نظر

جو غافل[2] پرستندۂ نیست ہیں
وہ سب نیست اور بندۂ نیست ہیں

پرستش خدا کی سزاوار ہے
کہ دل ہے وہ دل جس کا دیا ہے

جہاں میں ہمارے یہ ہیں چار یار
غرض مند دنیا و دین[3] خواستار

گرفتار غم۔ یارب ہے مدعا
یہ چوتھا مرا۔ اس کا میں مرتضا

کرو بندگئے جہاں آفریں
کہ کچھ دیوتاؤں سے ملتا نہیں

اگر چرخ کا کوئی واقف ہوا
ہوا جن و انساں کا یا پادشا

---

[1] مکونات یعنے موجودات (دنیا) مطلب یہ کہ دنیا میں ہر جگہ ذات الٰہی کا جلوہ ہے۔ اور یہ جو کچھ نظر آتا ہے۔ اس کے اوصاف ہیں۔ یہ سب کچھ اسی جلوہ کا نیرنگ اور تماشا ہے ۱۲۔ [2] جو غافل لوگ نیست اشیا یعنے ماسوی اللہ کے پرستار ہیں۔ خود بھی نیست ہیں۔ اور ان کے معبود بھی نیست ہیں ۱۲۔

[3] دین خواستار۔ دین کے آرزو مند۔ ۱۲

خرد کے سوا کس کو ہے آگہی — نہیں جہل کی زندگی۔ زندگی
جو مرتا ہوا بھی کرے مجھکو یاد — وہ جاتا ہے فردوس ہوکے شاد
جہاں ایک پردہ سا ہے جان پر — بجز عارفوں کے اٹھے کب مگر
وہ دیکھیں گے مجھکو ہر اک رنگ میں — ہر اک خشت میں آب میں سنگ میں
نہ جنتا نہ مرتا ہوں میں زینہار — جہاں جسم۔ جاں میں ہوں ہوشیار
گزشتہ و آیندہ و حال سے — مجھے آگہی سب کے احوال سے
یہ سب خلق حرص و ہوا میں ہے قید — امیدوں سے ہے اسلئے ناامید
بتایا ہے ادھیاے تم ارجن تجھے — نظر میں شب و روز رکھیو مجھے

آٹھواں ادھیائے۔ سدھ جوگ مہاپرش جوگ)

یہ کی عرض ارجن نے اے کرشن جی — تصور ہے ادھیاتم واقعی
یہ ادھی بھوت اور ادھی جگ کیا ہے — بتا دے مجھے لطف کی کر نظر
سمجھتے ہیں کیسے جان جہاں جانئے — دم نزع کیونکر تجھے مانئے
سکھا راہ عرفان ایزد تعال — بتا حال رکھیان فرخندہ حال
یہ کیفیت موجب کائنات — یہ نیرنگئے جلوہ ہائے صفات
ہر اک بات کو کھول کر تو بتا — مشرح ہر اک مسئلہ تو سکھا

کہا کرشن نے جسم ہے جو عیاں
اور اس جسم میں جلوہ گر پاک جان

اِس پر ایک اعتراض آتا ہے کہ تریتا یگ کے آخر میں رامچندر جی ہوئے۔ ان کا ہمعصر اور گورو بشسٹ منی مصنف بشسٹ پران تھا۔ اس کا بیٹا شکتی جس کو بسوامتر نے قتل کیا۔ شکتی کا پراشر منی مصنف پراشر سمرتی و وشنو پران اور اس کا بیٹا بیاس ہمعصر سری کرشن و مصنف مہابھارت۔

بشسٹ دواپر یگ کے اخیر زمانہ میں ہوا۔ اور بیاس تریتا کے آخر میں گویا چار پشتوں میں پونے نو لاکھ گذر گئے۔ دراں حالیکہ عمر دواپر یگ میں ہزار سال۔ و تریتا یگ دس ہزار سال زیادہ سے زیادہ ہے۔

اور دیکھو پرسرام سیتا جی کے سوئمبر کے وقت موجود تھا۔ اور درونا چارج اور ارجن جی نے اس سے علم اسلحہ و جنگ سیکھا تو پرسرام کی عمر پونے نو لاکھ سال ہوئی۔ مگر پرسرام کی بابت تو یہ کہا جاتا ہے کہ اس کو دوامی زندگی مل چکی ہے۔ مگر اگر یہ بات ہے تو اب وہ کہاں رہتے ہیں۔

مگر اس کی تاویل بعض شارحین نے عجیب طرح کی ہے۔ غالباً سری کرشن جی کی مراد اس سے یہ تمثیل ہے کہ دن رات میں تعداد سانسوں کی اکیس ہزار چھ سو ہے۔ اور درآمد برآمد کے بیتالیس ہزار دو سو ہوئے۔ اور پاس انفاس کے واسطے اندرونی بیرونی دس حواس کا ضبط ضروری ہے۔ تو چار لاکھ بتیس ہزار ہوئے۔ اب پاس انفاس کی منزل (فنا فی الوجود) کی تکمیل سے کل یگ ختم ہوا۔

دم نزع جو جس دم کو کرے
خیال اس کا بھی محو مجھ میں رہے

نکل جائے تالو سے جانِ حزیں
تو سورج کی مانند دے رد نشیں

کرے یاد مولا کی جو دائما
یہ بیداری و خواب صبح و مسا

تو ہو فیضِ اذکار سے محوِ ذات
ملے بیگماں اس کو ارجن نجات

خدا نے کیا خلق کو بارہا
کہ مالک ہے وہ خلق و ایجاد کا

برہمن[1] کہ جس کی ہے یہ انجمن
وہ ہے قیدِ زندانِ آواگون

یہ عارف ہمارا ہے اس سے بری
کہ وہ محو مجھ میں ہوا واقعی

بچے لوبھ سے جو کہ اور کام سے
عداوت سے لذت سے بدنام سے

ملے اُن کے رہنے کو پھر لامکاں
کہ ہے منزلِ خالقِ دو جہاں

بڑی عمر کب جین کا ہے سفر
کہ اس پر چلے گا اجل کا تبر

برہما کی آیو گنو تو سہی
کہ ہوتی ہے دس سنکڑے چوکڑی[2]

وہ اک دن[3] کی مانند ہی سی شب
اجل کیا ہو سو سال پر پھر تعجب

بہت کوہ و صحرا نوردی کریں
گھڑی پل بہت تقال ہیں لکھ رکھیں

بہت لکھتے رہتے ہیں تقویم تو
یہ کیا جانیں وہ قدر تسلیم کو

سحر جب برہما کی ہوتی ہے شام
نہیں خلق و عالم کا رہتا قیام

کرے خلق پھر جبکہ ہوئے سحر
اسی طرح جاتی ہے آیو گذر

[1] دنیا یہ برہما انجمن ہے کیونکہ تر نے پیدا کی ہے-۱۲ [2] چوکڑی = چار یگ یعنے ست - ترتیا - دواپر - کل - ۱۲ [3] برہما کا ایک دن ایک چوکڑی ہے-۱۲

جو دن کو مرے اُس کی ہو وے نجات
پڑے ہے دور[لہ] میں جس کو کھا جائے رات

مگر ہے جو جوگی وہ ہے خاص نور
اُسے ہے میسّر دوامی سرور

بہر حال ہو جوگ کا آشنا
یہ ہے محویت کا عجب راستا

مسلسل ہے یہ دورۂ کائنات
تماشا ہے از بہرِ اہلِ نجات

نواں ادھیاے (وِدّیا راج) راج جوگ

ذرا اس پہ کرشن کے تو خوب غور
بتاؤں گا اب تم کو اسرار اور

اگر ہے خرد اور فہم و ذکا
تو بن جاؤ گے آپ ہی تم خدا

خرد وہ خرد جو ہے بالاتمام
یہ دانش نہیں دانشِ خلق و عام

ملے گی تجھے شادمان زندگی
مرے جیسی اک جاودانی زندگی

کہ جو شخص ہے ایسا پاک اعتقاد
مجھے اُس کی رہتی ہے ہر وقت یاد

جو بے معرفت بے حیا مر گئے
ہمیشہ وہ آواگون میں رہے

سُنو میں ہوں ظاہر میں انساں اگر
حقیقت میں ہوں خالقِ خیر و شر

جہاں مجھ میں اور میں جہاں میں نہوں
مرا مرتبہ ہے بیاں سے فزوں

بہر سمت میں جس طرح ہے ہوا
یونہی مجھ میں ہے کائناتِ خدا

منزّہ سمجھ مجھکو اعمال سے
خداوندگارِ جہاں کہہ مجھے

لہ دور سے مراد دورِ تناسخ ۱۲

غافل نہ ہو جاوے اور ہر دم چوکس رہے۔ ورنہ جہالت کا ابر سیاہ پھر چھا جاتا ہے اور ذرا سی غفلت میں وہی مصیبت ہے۔

برہما کی رات سے بعض نے استغراق فی ذات یعنے مراقبہ سے بھی مراد لی ہے۔ اور دن سے استغراق فی صفات۔ تو پھر یہ مطلب ہوا کہ جب فنا کی منزل ہو جاوے تو بعد ازاں عالم استغراق ہے۔ اور استغراق اور مراقبہ سے اگلے مدارج طے ہوتے ہیں جو مشاہدۂ باطنی پر منحصر ہیں اور علوم اور اعداد اور مشاہدہ عینی سے بالا ہیں۔

گیان کے بعد کارن اہنکار کی منزل ہے یعنے علم لدنی کا درجہ۔ اور بعد ازاں ان بھو یعنے فنا فی اللہ کا درجہ ملتا ہے۔ اور درجہ فنا کے بعد بقا کا ہے۔ اور حیات دائمی حاصل ہو جاتی ہے اور دنیا کی ظاہری موت اور حیات برابر ہو جاتی ہے +

ادھیائے نہم۔ راج یوگ

اس میں تین قسم کا بیان ہے اول ذات ایزد تعالےٰ۔ جو حدوث اور قدم سے برتر ہے افعال اور دنیا کا ظہور اور فنا علم صفات پر منحصر ہے۔ ذات اور صفات کا باہمی تعلق۔ ادراک اور معقولات سے پرے ہے۔ اور جب خودی اور پندار کو دور کیا جاوے۔ تو چشم معرفت سے مولا دکھائی دیتا ہے +

برادر میں۔ سگو میں۔ عمو میں ہوں ‏ — پدر مہرباں اور مادر میں ہوں

سزا دے جو اعمال کی میں وہ ہوں — جزا دے جو افعال کی میں وہ ہوں

حیات و ممات و سکت میں ہی ہوں — گیان اور رہ معرفت میں ہی ہوں

سماں اور بارش شگال اور ابر — شکور اور سنتوش غبار و صبر

وحید اور اونکار۔ یکتا و گن[۱] — اٹھائی تھی میں نے ہی آوازِ کن

پراگندگی کو فراہم کروں — پناہِ غریبانِ درماندہ ہوں

زمیں بھی میں ہوں آسماں بھی میں ہوں — مکیں بھی میں ہوں اور مکاں بھی میں ہوں

میں خلاق و رزاق و غمخوار ہوں — ہر اک جیو کا میں نگہدار ہوں

میں ہوں ظرف اور ظرف کا آب ہوں — میں ہوں شغل مشغول خود ہی ہوں

مہ و انجم و کوکب و آفتاب — مری سب سے بالا ہے عالیجناب

تہ بحر میں۔ اور ساحل بھی میں — میں امرت ہوں۔ زہرِ ہلاہل بھی میں

غرض اس جہاں میں جو کچھ ہے میں ہوں — ہر اک نیک اور بد کا شاہد ہوں

جو کرتے ہیں سنے مری بندگی
خوشی سے گزاریں گے وہ زندگی

اقسام عابداں

وہی بندہ خاص مقبول ہے — مری خاص خلوت میں موصول[۲] ہے

پرستار میرا ہو یا غیر کا — پرستش کی اس کو ملے گی جزا

عارف

حقیقت میں ہے گر پرستار جو — نجات اس کو مل جائے گی ہر سبب

اگر اس کے دل میں نہیں غیریت — تو وہ بن گیا صاحبِ معرفت

۱؎ گن سے مراد تین گن ہیں۔ ۲؎ موصول = ملا ہوا۔

منی اور رکھی دل کو مجھ سے لگا
غرور سے تائب ہوا اور توبہ کر
سدا ایک طاعت سے رکھ مجھکو یاد
اگر ویش شودر بھی ذاکر ہُوا
میں ہوں عاشقوں سے بہت شرمسار
جو مخلص مرے نیک ایمان ہیں
جو دیوا و ریت سے محبت رکھے
مگر میرا طالب مجھے آ ملے
مجھے آکے مل اور خودی چھوڑ دے
اگر تیرا ہو جائے مجھ سے وصال
نہ دشمن کسی کا نہیں دوست ہوں
مگر مخلصوں کا طلب گار ہوں
اگر میرا دل سے تو ہے خدمتی
جو اخلاص سے میری پوجا کرے
بنے گا تو اخلاص سے کامراں

مرے قرب میں خوش ہیں یکر خدا
تضرّع سے رکھ مجھ پہ ہر دم نظر
دل اپنے کو رکھ عشق میں میری شاد
برہمن سے ہے اس کا درجہ سوا
کہ ہوں بندۂ عشق اے ہوشیار
وہی میرے مقصود اور جان ہیں
مرے بعد وہ ان سے جا کر ملے
برہمن ہو یا چھتّری جان لے
بچا رہ ضلالت سے ہٹ جا پرے
رہے کچھ نہ نقصان پائے کمال
مجھے ہیں برابر سعید و زبوں
غرض عاشقوں کا خریدار ہوں
کوئی بھی نہ مجھ کو ہے کی غمی
جگہ اُن کو خلدِ بریں میں ملے
کہ خادم ہے مخدومِ ہر دو جہاں

ادھیاے دسواں بھبوت جوگ

مگر رہ میں کرتا ہوں تجھ پر عیاں	بیت	بتاتا ہوں پھر تجھ کو راز نہاں

بیراٹ سروپ[1] سے جز میں کل کا تماشا دکھایا۔ اور یہ حق الیقین اور علم الیقین کی اعلے منازل ہیں۔ فنا کا درجہ حاصل کرے اور انانیت چھوڑ دے۔ اور عشق میں فنا ہو جاوے۔ پھر یہ درجہ ملے۔ یہ وصال کا درجہ ہے۔

دست از طلب ندارم تاکام من برآید
یاجان رسد بجانان یاجان زتن برآید

ادھیائے دوازدہم بھگت جوگ

اس میں فنا ہونے کا طریقہ ہے

یعنی ہوا و ہوس کو فنا کرنا۔ اور درجہ ترک حاصل کرنا۔ حواس دل منضبط کرنا۔ مراقبہ کرنا۔ اور عشق اور فنا کا ذکر ہے اور اول پر دوم کو ترجیح دی ہے۔ کہ "موتو قبل ان تموتو" فنا سے محویت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ محویت جمال جانان کا آئینہ۔

عشق دانی چہ بود بندۂ جاناں بودن
دل بدست دگرے دادن و حیران[2] بودن

ادھیائے سیزدہم چھیترک جوگ

اس میں عشق سے درجہ فنا کو حاصل کرنے کا طریق ہے۔ اور چند اصطلاحات صوفیا کی تشریح اور

---

[1] بیراٹ سروپ مکاشفہ کل۔ [2] حیران بمعنے شیدا۔

یہ ارجن! مرا ظل ہے سب جہان (پرتو ۱۲) — جہاں ہے بدن اور میں اس کی جان
وجود و عدم اور حدوث و قدم — جہاں عرش و فرش اور لوح و قلم
یہ سب کچھ ہے قدرت کا میری ظہور — سمجھتا ہے جن کی آنکھوں میں نور
بہت لوگ مرے عشق میں بارہا — خرد ہوش و فہمید کو کھو دیا
سمجھ لے کہ میں ہی ہوں خالق قدیر — بد و نیک کا میں سمیع و بصیر
مجھے دیکھ کر کے بعین الیقین — کہا گیان نے "خالق العلمین"
گیانی نظر آتی مجھ میں جہا — شب و روز ہے ذکر کرتا مرا
سمجھتا ہے چیلوں کو میرا گیان — جہاں کا سراپا¹ ہیں دل اور جان
صبور اور قانع ہیں بے مدعا — زمانہ سے کوئی نہیں ہے گلا
حبیب ان کو اپنا بناتے ہیں ہم — یہ لوگوں میں دل میں بٹھاتے ہیں ہم
کہ سب اُن کی تعظیم و عزت کریں — مدام اُن کی چوکھٹ پہ ساجد رہیں

یہ ارجن نے سن کر کہا کرشن جی
کہ ہے دو جہاں میں خدائی تری

یہ جو کچھ جہاں میں تری ہستی ہے تو — خداوند بالا و پستی ہے تو
بدن تو ہے اور جان عالم ہے تو — غرض کفر و ایمان عالم ہے تو
تری وصف ہووے تو تجھ ہی سے ہو — یہ جاہل بھلا کیا کرے گفتگو
ہر اک جا ہے جلوہ تری شان کا — جہاں ہے فدا تیری ہر آن کا
خدا کے لئے یہ بتا دے مجھے — کہ پہچانئے کس طرح سے تجھے

¹ جہان کے دل اور جان میں بھی ہوں جس سے وہ قائم ہے ۱۲

سلاحوں میں بجر[1] ہوں لشکر شکن
زمانہ کی گائیوں میں ہوں کامدھن

افاعی میں باسک ہوں ناگوں میں شیش
گجوں[2] میں تو ایراوتی ہوں گنیش

سمندوں میں اوچیشردا خوش عناں
غنی و صمد کبریائے جہاں

دئیت ہوں تو پیلاد قائل تو کال
ہواؤں میں ہوں صرصرِ تیز چال

برج میں ہوں شام اور نہروں میں گنگ
ظفرمند رام اور بحری نہنگ

ابد اور ازل اور میانِ زمان
کریم و جواد و افضل و مہربان

کمال عزت و شان و بختِ کریم
جلال اور بید انت علم عظیم

شہنشاہ ہوں نوع انسان میں
کہ ہے مثل ہو عزت و شان میں

میں ہوں کام باعث ہوں ایجاد کا
میں ہوں برن ماوا ہے دریا مرا

مرا نام پتروں میں ہے ارجمان
شہنشاہِ جم میرا والا مکان

درندوں میں میں شیرِ درندہ ہوں
بہادر گرڑ تیز پرندہ ہوں

الف ہوں کہ ابجد کی ہے وہ بنا
سماسوں میں ہوں دوند لاانتہا

مماتِ جہاں جس کو ہے نام کال
حیاتِ زمانِ پراگندہ حال

بغیر از کسوف آفتاب عظیم
برہما ہوں میں دیوتائے عظیم

جو گذرا میں ہوں اور جو ہوگا بن کے
وہ جب تک رہے گا زمانا میں ہوں

کھماں۔ بدھ دھیرج ہوں اور سرتی
سمارت ہوں کیرت ہوں اور لچھمی

جو ہے چھند میں میں ہی گایتری
دھنتر طبیبوں میں عالم ذکی

[1] بجر مہادیو کے چکر کا نام ہے ۱۲ [2] گج و گنیش = ہاتھی اور ایراوتی سفید عظیم اور خوش قسمت اور خوبصورت ہاتھی۔ ۱۲

اس کتاب میں تناسخ کا بار بار ذکر ہے۔ اگر اہل اسلام اس سے
مراد اعقاب اخروی لیں تو پھر راستہ صاف ہے۔ کوئی اعتراض نہیں
معرفت کے حصول کی جو اس میں ریاضات درج ہیں۔ وہ وہی ہیں
جو صوفیائے کرام اسلام نے لکھی ہیں۔

بعض اہل ہنود کرشن جی پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جنگ کے
بانی اور بصورت دوم ہندوستان کی تہذیب اور حکومت کے مستاصل
یہی ہیں۔ مگر گیارھویں ادھیا کو دیکھو اور غور کرو کہ یہ سب کچھ
مشیت ایزدی کے کرشمے ہیں۔ ہونی بلوان ہوتی ہے۔ جس کو آخر
کار بڑے بڑے پولیٹکل مدبر بھی مان چکے ہیں۔

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نہ کشاد و نہ کشاید بحکمت ایں معما را

اور یہ بھی نہ سہی۔ تو ذرا غور سے نگاہ کرو تو کورو جیسے ظالموں
کا استیصال کیا ضروری نہ تھا۔ کیا ظالموں کو ظلم کی سزا دینا۔ اور
ان کو ان کے کیفر کردار کو پہنچانا گناہ ہے؟ دوستو اگر یہ نہ ہو۔ تو
عدل دراستی زمانہ سے گم ہو جاوے۔ غریب لوگوں کی ہستی
معرض خطر اور تلف میں آ جاوے۔ اور رفتہ رفتہ تمام دنیا
غارت ہو کر کچھ بھی نہ رہے۔ لاٹھی والے بھینس کے مالک بن کر
گردش فلک اور استمرار ظلم و فساد نے سب کو گرداب فنا میں
ڈال دیں۔ باقی رہا کلمۂ ہدایت اور علوم کا خاتمہ اگر یوں نہ ہوتا تو دارو مدار

کہا تو نے میں ہوں محیطِ جہاں — مرے دل میں ہے تیرا نشاں!
کہ اپنی وہ صورت مجھے دے دکھا — کہ جس میں یہ عالم ہے سارا چھپا
کریں آرزو جس کی عابد تمام — دکھا دے مجھے بہرِ ربُّ الانام
عنایت سے مجھ کو سرافراز کر — مجھے کر کے آگاہ ممتاز کر

تو فرمایا اچھا دکھاتے ہیں ہم
نشاں بستہ تجھ کو بتاتے ہیں ہم

پہ مشکل ہے اس طرح سے دیکھنا — ان آنکھوں میں کب ہے بھلا وہ ضیا
عطا کرتے ہیں اک نئی روشنی — دکھاؤں گا تجھ کو مثال ہی
نگہ کر ادھر دیکھ ویراٹ روپ — بلا پردہ دیکھ اب ہمارا سروپ
دہن گل کی مانند پھر وا کیا — جہاں کو وہاں جلوہ دکھلا دیا
کوئی حصر ہی تھا نہ اشکال میں — وہ نیرنگ صد رنگ تمثال میں
ہر اک سینکڑوں سورجوں سے سوا — بدن، نہ بیاں اس کی ہر اک ادا
ہزاروں مہ و مہر تابندہ تھے — کروڑوں وہاں چرخ رخشندہ تھے
عناصر موالید سب تھے عیاں — جو دیکھا نہیں اس کا ممکن بیاں
مریچ و کیت دیو اسنی کمار — سرشٹی دبشن و گنیش و کمار
سموم و نسیم و صبا و دبور — جن اور جنات حور و قصور
برستی ہوئی وہ کالی گھٹا — چمکتی ہوئیں بجلیاں پر صدا
ڈرا خوف سے پڑ گئی کپکپی — بڑھی اس کی صورت سے حیرانگی
کیا سجدہ پاؤں میں پڑ کر وہاں — تو کی عرض اے شاہِ کون و مکاں

درونا و بھیشم کرن بکرن — میرے سارے عم زاد پیمان شکن
وہ سب ان کی افواج لا انتہا — بریدہ سر ان تن جدا سر جدا
ادھر سے ہمارے کورشند دمن — مہاراج بیراٹ لشکر شکن
دروپد شکھنڈی عظیم الوقار — کٹے سب کے سر اور سینہ فگار
رواں اور پر موج ندیاں خون — ہزاروں بہادر پڑے سرنگون
کسی میں نہیں زندگی کا نشان — پڑے بے سر و بے توان و روان
دلاور زمانہ کے شیر ژیاں — ترے منہ میں ہوتے ہیں گم نہاں
لٹکتے ہیں دانتوں میں لاکھوں جوان — کہ پروانہ ہو شمع پر سرنگون
مزے لے کے ان کو چباتا ہے تو — خیانت اُن کی ہوا مٹاتا ہے تو
یہ سب کچھ تو دیکھا مگر کیا ہے راز — کہ تو ہے دیدۂ عقل کا در فراز
نہیں کھلتا تو کون ہے کیا ہے تو — مرے فہم قاصر سے بالا ہے تو

کہا کرشن نے میں نے کھولی نقاب
اٹھا پردہ دل سے تمہارے حجاب

کہ سب کی ہلاکت کو بھی دیکھ کر — تو اب تک رہا بے خبر بے بصر
کوئی مارتا کوئی مرتا نہیں — مقدر ہے مولائے جان آفرین
تو کیوں مضطرب اور حیران ہے — تو کیوں کارہ[۱] جنگ و میدان ہے
یہ کورو ہیں بدبخت اور بدنصیب — اجل ان کی آئی ہے از بس قریب
بہانے نہ کر اور مردانہ بن — نہ بیہودہ بے فائدہ کر سخن

بر شنے مقدر ہے

۱ کارہ۔ منکر کراہت کرنے والا ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تری حمد و شکر ای خدای کریم — کرم ہے ترا رحیم اور بندہ رحیم
کہاں ہو سکے ہے میرا یا مرے — نہیں بخشش سوا تری بارگاہ
بہشت و جنت کو کیونکر کھولا — ترا شکر انعام کیونکر ادا کروں
خدا پاک تو ہیں علوم و جہول — تو پروردگار اور میں بوالفضول
کیا جس کو موجود معدوم سے — نبی جس کو دین محروم سے
منور کیا نور توحید سے — زبان پاک کی ذکر تحمید سے
عطا کی سے تجھ کو سخن گستری — کرم کی نبی پاک کی پیروی

خدایا تجھی کی ثنا ہے
جہاں میں ہے تیری ہی رحمت

مری توبہ کر رحم کر لے قبول
ترا عبد ہوں میں ظلوم و جہول

پسر ہوں ترا اور تو سب کے پدر
تصوروں سے بالا مرے درگزر

بڑوں سے بڑا کون تیرے سوا
زمین و زماں میں کوئی دوسرا

ترے پاؤں پر رکھ جبین نیاز
تجھے سجدے کرتا ہوں اے سرفراز

ترے خوف سے مضطرب میرا تن
لرزتا ہے مولا مرا جان و تن

دکھا دے مجھے صورتِ جانفزا
جیتے جی مرے بشری لے آ

کہا تو نے وہ شکل ہے دیکھ لی
کہ دیکھی نہ آنکھوں نہ کانوں سنی

تمنا میں مضطر ہے سارا جہاں
نہ جلوہ ہوا یہ کسی پر عیاں

بہت خاک رہِ عشق میں ہو گئے
بہت اپنی جانِ حزیں کھو چکے

بہت طاعت و ذکر میں مصروف ہیں
بہت رنج و محنت میں مشغول ہیں

ملی تجھ کو وہ دولتِ بیکراں
جو پائی نہ اوروں نے دیکھی عیاں

دکھائی وہ پھر صورتِ دلفریب
ہوا جس سے ارجن کو صبر و شکیب

وہ جلوہ تھا سورج کا یا حسنِ ماہ
تجلا تجلا سے نورِ الٰہ

گدا چکر اور سنکھ تھا اور پدم
کہ ہاتھوں میں تھا اور بزیرِ قدم

پہن کر پیتامبر مکٹ کو لگا
کہ موروں کے پنکھوں سے تھا وہ بنا

وہ کانوں میں موتی سجائے ہوئے
وہ ماتھے پہ ٹیکا لگائے ہوئے

منی کوستب روکشِ آفتاب
گلے میں لٹکتی تھی با آب و تاب

کہا سُن اکہ جو ہیں حقیقت شناس
نہیں رہتا ان کو امید و یاس

تمنا کا دل میں نہیں کچھ فساد
نہ راحت کی شادی نہ غم کا گلا

شب و روز ہے دل میں ہری ہی یا
ہر اک حال میں ہیں رے محوِ رضا

تصور مدام اُن کا میری طرف
ہیں ہے واسطے مرتقب[۱] معتکف[۲]

پند

بیدار جن ہیر رنگ بے رنگ رہ[۳]
تصور تو کر نور کا جیسا تن
غرض خویشتن اور خودی کو مٹا
ہر اک[۴] کام لطف اور بخشش میں دیکھ
سلوک اور ہمت عبادت تمام
یہ جو کچھ ہے گر ہے ہمارے لئے
دل اندیشہ و غم سے بیرنگ کر
کسی پر نہ کر جبر و زور و جفا
خوشی میں نہ کر عیش غم میں نہ غم

پرستار آب و گِل و سنگ رہ
تو دامانِ مولا پہ ہو پنجہ زن
مہیا[۵] رہے نیستی کا سدا
مجھے قہر اور بخشش میں دیکھ
یہ سب خواجگی اور غلامی کے کام
حقیقت کی منزل ملے گی تجھے
ملے تو مجھے وردِ سوہنگ[۶] کر
ہو خواہ و ہمدرد بن خلق کا
نہ ہونے دے بیکس پہ جور و ستم

[۱] مرتقب۔ مراقبہ کرنے والا پرانام کرنیوالا۔ سمادھی لگانے والا۔۱۲
[۲] معتکف۔ گوشہ میں بیٹھا ہوا۔۱۲ [۳] تو جس حالت میں ہو وسے دوئی نکر۔ منافق نہ بن۔۱۲ [۴] مہیا۔ تیاری۔۱۲ [۵] لطف و بخشش خدا میں ہر ایک کام کو دیکھ۔ اُسکا قہر اور مہر سب کچھ اسکی عنایت ہے۔۱۲ [۶] سوہنگ کا ورد۔ پاسِ انفاس۔۱۲

یہ وسطے پہ اخلاص سے پھر کہے
یہ منصر یہ گن باخلوص صمیم
محیط اور ہے تا ابد لامکان
کہے پھر کہ ارجن ادھر کر نظر
رکھے ہاتھ پھر دوسرے ہاتھ پہ
چھوے پھر دل و جبہہ و ام الدماغ
کہے بعد ازاں جذب اشراق سے
پڑھے بعد ازاں کرکے دل کو رجوع
کہ گیتا ہے عرفان کا تذکرہ
منی بیاس نے اس کی تالیف کی
ہرشا ہے سب اس سے آب حیات
اٹھارہ ادھیائے ہیں عرفان کے
سلام آپ کو بیاس جی صد ہزار
کہ روشن کیا تو نے جو معرفت
مہابھارت آراستہ انجمن
کرشن مہاراج جی کو سلام
لیے ہاتھ میں ایک نازک چھڑی
ہزاروں ہی تم پر سلام و صلوٰۃ
سب اپنشد پُر معرفت دید کے

نہ شو کھے کٹے نے جلنے لگے
وہ ہے لازوال اور ساکن قدیم
رکھے پھر یہ منتر پہ اپنے نشان
کرے سر و پا میں یہاں جلوہ گر
کہے دیکھ جب لو نے مرے کر نظر
چھوے سر و بازو و دونوں چراغ
وہ چھ جملے جو پہلے لکھے گئے
باخلاص قلب و خضوع و خشوع
کرشنا نے ارجن کو تلقین کیا
مہابھارت اس سے مزین ہوئی
منائی جہل و شک کی ظلمات
پیارے ہیں ارباب جان سے
کہ روشن ہے دل تیرا خورشید سا
جلائی ہے یہ شمع جمشید سیت
ہوئی تب سے رشک تمدن گئی
کہ آنند ملے جو دے تخت
دکھاتے ہیں یہ شہر عرفان کی
دیا تو نے عرفان کا آب حیات
مثل گائے کے دودھ سے ظرف بھر کے

کسی کو نہیں ہے بدن کی خبر	بتاتا ہوں میں تجکو سے غور کر
گیان اور عرفان اس کی شناس	اسی پر تو ہے معرفت کی اساس
کہ ہے جان کیا چیز کیا چیز جسم	بتاؤں تجھے جسم کا سب طلسم
بہت طرز پر وید کھٹ شاستر[1]	اسے دیکھتے ہیں فلسفی باخبر

[1] کھٹ شاستر - چھ شاستر یعنے - سانکھ - نیائے - یوگ - ویشیشک - اتر میمانسا
پوروہ میمانسا - ان سے مستنبط کہ جسم تت و حواس و حواس وغیرہ چوبیس چیزوں سے بنتا ہے
اور اس سے حیات موت وغیرہ بارہ اشیا سرزد ہوتی ہیں - پانچ تت یہ ہیں - ہوا - پانی - آگ
مٹی - خلا (آکاش) اور دس حواس یہ ہیں - مدرکہ - متخیلہ - فاعلہ - حافظہ - ممیزہ - ارادہ - شہوت
اسک - خارجہ پران اور حواس ظاہری یہ ہیں - لامسہ - ذائقہ - سامعہ - باصرہ - شامہ
اور دس حواس باطنی یہ ہیں - ناگ - کرم - کرکل - دیودت - دھننجے - سمان - پران - اپان -
دیان - اودان اور چوبیس حیوانات کے بھی ہیں - تت سریر جوکہ چوبیس اشیا کا مجموعہ ہے اور بارہ
فعل اس سے ہوتے ہیں - دو سرا جیو ہے جیسا چھٹیسوان ہے اور سب کا مالک روح ہے اگران
افعال اور قوت روح کی پوری تفتیش اور کثرت کی جائے تو عارف سے اگر بلا امید نتیجہ اسکا فعل ہے
تو اسکو موکش ہے - اور اگر نا پائیدار ہے تو نتیجہ اسکا دوزخ اور بہشت اور موکش بھگت کے نتیجہ
ہوئے - اور عارف پائے جو چھتیسواں ہے - نہ محض روح چھتیسواں ہے اور نہ جسم بلکہ جسم اور روح
دونوں میں مگر تفرقہ محدود ہے تو اس روح کے جسم والی چھتیسواں ہے اور ایسا جسم ترقی پانیکا
مقدم ہے اور ایسے شخص کا معرفت کیا ہے اس کا نتیجہ موکش ہے جس کو ان تمام باتوں کی خبر ہے
وہ عارف ہے اور فلسفی ان منطقیوں کی روح جو چھتیسواں ہے - ورنہ گویا جاہل
ہے - وید شاستر کو تو ... اور موکش نہیں - بلکہ سنسار اور تناسخ اس کا حصہ ہے -

نتیجہ صحبت بد سے عرفاں ہے یہ ۔۔۔ مؤید[1] ترین گنج ایقان ہے یہ
رکھے اس کو پیش نظر روز و شب ۔۔۔ کہ ہو اس کو کوئی نہ رنج و تعب[2]
یہ عرفان ہے۔ جو کچھ ہے اس کے سوا ۔۔۔ تغافل ہے سستی نہ کر اب ذرا

بتاتا ہوں اب تجھ کو اس راز کو
دکھاتا ہوں اس مایۂ ناز کو

جو بالا ہے آغاز و انجام سے ۔۔۔ جو اعلیٰ ہے اوہام و افہام سے
وہی آگ ہے اور وہی باد و آب ۔۔۔ ہر اک ذرہ ذرہ میں وہ آفتاب
ہر اک حق و باطل سے ہے وہ بری ۔۔۔ ہر اک[3] رنگ میں رنگ اس کا جلی
وہی آنکھ۔ کان اور ہوش و خمار ۔۔۔ توانا محیط اور پروردگار
اُدھر سے ہی آئے اُدھر جائینگے ۔۔۔ وہاں سے ہی مقصود سب پائینگے
وہی ہے جہان و مکان و زماں ۔۔۔ وہی ہے قیاس و حواس و گماں
وہی آشنا ہے وہ بیگانہ ہے ۔۔۔ وہ مسجد میں۔ وہ زیب بتخانہ ہے
وہ ہے سب سے بیزار اور مائل بہ خویش ۔۔۔ مصیبت میں ہے عاشق سینہ ریش
بری الصفات اور بالکل صفات ۔۔۔ وہی عین ذات اور وہی غیر ذات
روندہ و نشیننده آینده ہے ۔۔۔ وہ نا مستقل اور پاینده ہے
اگرچہ خرد ہے بڑی خرده بین ۔۔۔ یہ ملتا نہیں اس کو وہ نازنین

[1] مؤید - تا ابد رہنے والی شے ۱۲ [2] تعب - تکلیف - ۱۲ [3] اس کے دو مطلب ہیں اول ہر ایک بات میں وہی نظر آئے۔ دوم ہر ایک رنگ سے اس کا رنگ خوبصورت ہے - جلی بمعنے خوبصورت و روشن و جلوہ گر - ۱۲

نکل اور سہدیو بر میسرہ ۔ وہ ارجن ہے سردار جملہ سپہ
وہ ساتک سر جادواں نامدار ۔ وہ بیرا کھڑا ہے شیر دشمن شکار
وہ جیدھان پُر دل بفوج گراں ۔ دروپد ادھر مثل شیر ژیاں
مہاراج کاشی سر سروراں ۔ لرزتا ہے جس سے زمین آسماں
اُدھر کنت بھوج اور ادھر شیٹ بار ۔ وہ ہے ابھمن پہلو سے نامدار
ادھر ہے پرکھیت بھیا نرودنگ ۔ ادھر آنتو جا سے ہے تیار جنگ
وہ ہو دھرشٹ کیت آصف روزگار ۔ سب آمادہ ہیں انہیں کا مدار
ادھر پانچ پانڈو کے فرزند ہیں ۔ کہ کنتی کے آرام و دلبند ہیں
کہ ہر ایک لاکھوں پہ وقت نبرد ۔ اگر ان تو ہے سب بے نظیر اور فرد
ہماری سپاہ میں یہ ہیں مرد کار ۔ کہ ہر ایک ہے رو کش صد ہزار
وہ بھیشم پتا سر کل پہلواں ۔ وہ کرپا اچارج ہے شاہ یلاں
ترانور جیسے اور کرن دلیر ۔ وہ ہے سومدت مثل غرّندہ شیر
وہ ہے بکرن اور سب پہلوان ۔ مرے خویش سب نازش دودماں
مری یاوری پہ ہیں بستہ کمر ۔ مرے چشم و بازو و جان و جگر
سپاہ پانڈوں کی اگرچہ ہے کم ۔ مگر ہے جواں بخت و شیر اجم
ہماری سپاہ گرچہ ہے بیشتر ۔ پر بھیشم پتا سے تو ہے معتبر
مرے پاس خاطر سے دل ہے تنگ ۔ مقابل ہوا دشمنوں سے بجنگ
کہ اعدا سے خواہاں ہیں جب صلح کا ۔ تو میں ان میں کیا ہی کروں گا دغا
یہ بہتر ہے تم اس کے یاور بنو ۔ سیہ بخت دشمن کو مہلت نہ دو

کسی کا اگن تاپ معمول ہے
کوئی بت پرستی میں مشغول ہے

کوئی یگ و خیرات میں مستقل
کتھا بارتا میں کوئی مشتغل

اسی کی طرف سب کا ہے مدعا
پہ عاشق کو اس کے نہیں ہے فنا

مکیں اور مکاں جب بہم مل گئے
غبار تعین نہ باقی رہے

ہر اک شے میں آئے وہی پھر نظر
ہر اک چیز میں ہے وہی جلوہ گر

فنا سب کو ہے پر اسی کو بقا
یہ سب اپنے۔ وہ سب میں جلوہ نما

جو یک رنگی اس کی ہو نور نظر
تو ہر ایک میں ہے وہی جلوہ گر

ہر اک شے میں ہے اس کی جلوہ گری
یہی کام جاں کی ہے فرخندگی

یہاں اپنی تکلیف پر بھی نہ مر[1]
خوشی گر نہ ہو تو بدی بھی نہ کر

عمل سے تعلق ہے پرکرت کا
مگر پرکھ ہے فارغ اس سے سدا

نگہ غور سے کر کے دیکھ اے عزیز
کہ وحدت و کثرت میں ہے کیا تمیز

وہی ہے قدیم اس کو ہے کب فنا
نہیں زندگانی بھی اس کے سوا

یہ گو شکل ہر جا ہے بین و نیک
ہے وہ ایک پر اس کے منظر انیک

ہر اک جا میں سورج کی ہے روشنی
وہ شمع اور یہ جسم محفل یونہی

جو پرکھ اور مولا کو سمجھے جدا
حقیقت سے وہ کب ہوا آشنا

نہ رکھ دل میں دنیا کی خود بینیاں
بڑھیں اس سے ہرگز نہ پابندیاں

ہے عام اہل کرم کے لئے پا بگل
ملا ان سے کیونکر نہ وہ کام دل

اگر یہ سمجھ آ گئی تو نجات
وگرنہ گئی زندگی واہیات

[1] اپنی تکلیف اور آرام کا عاشق نہ ہو ۱۲

رجوگن سے ہوا امتحانِ عظیم
کرے بادشاہ اس پہ جورِ الیم

تموگن سے غفلت ہوا ور جاہلی
برحم سے رہے جہل و بیگانگی

ستوگن سے ہو عارفِ فلسفی
رجوگن سے مالش سبنے لالچی

تموگن سے دیوانگی پائے گا
ستوگن بلندی پہ لے جائے گا

رجوگن سے ہو محو حرص و ہوا
تموگن دکھاتا ہے تحت الثرےٰ

میں ان سب سے بالا ہوں اے بیرِ جل
نگہ چشمِ بینا سے کر میری تشاں

جو ہوتے ہیں نرگن سے عارف جدا
خدا کی قسم وہ تو ہیں خود خدا

کہا پھر یہ ارجن نے اے کامگار
رکھی اور مہنی مجھ پہ پروا نہ وار

جو نرگن سے دامن بچائے ہوئے
دل اپنا ہے تجھ پر لگائے ہوئے

نشان اس کا کیا ہے کہ پہچان لوں
بنوں واس اور اس کے درشن کر لوں

کہا جو کہ نرگن سے آزادہ ہے
ہر اک جلوہ پر میرے دلدادہ ہے

وہ مطلوب کے وصل میں شاد ہے
نہ حرماں سے مغموم و برباد ہے

محبت عداوت اسے ایک ہے
غم و رنج و راحت اسے ایک ہے

گنوں سے تغیر کو ہے مانتا
گدائی کبھی ہے کبھی ہے غنا

نہ ہو ان کی تحریک سے بیقرار
گنوں سے نہ عاشق کر ہو اضطرار

نہ دنیا کے کاموں میں ہو نے شکیب
مسافر ہو ہر وقت پا در رکیب

زر و سیم خاک آئے یکساں نظر
رہے خار گل برگ و نخل و ثمر

سرجی ۱۳۹۱

کہا پھر کہ اے نیک دل رزم خواہ — ادھر دیکھ لشکر کو کرکے نگاہ

یہ بھیشم درونا ہیں سردار فوج — وہ ہیں راجگان مددگار فوج

نظر کرکے ارجن نے کی آہ سرد — یہ کی کرشن سے عرض با روئے زرد

یہ سب میرا کنبہ ہے میرا عیال — جنہیں مجھ سے ہے جنگجوئی کا خیال

میں اس کام سے سخت حیران ہوں — غم و رنج دل سے پریشان ہوں

گروہ مہربان دوست اور خال و عم — کروں ان سے میں جنگ ہائے ستم

مرے تن پہ ہیں خار مو خشک لب — دل و جان ہے پر رنج و تعب

رہی مجھ میں ہرگز نہ تاب و تواں — مرے ہاتھ سے گر نہ جائے کماں

بھلا مان لیجے اگر کرشن جی — ظفر جنگ میں بھی مجھے ہو گئی

ملے کشت و خوں سے بہت مال و زر — کہ بن جاؤں شاہنشہ بحر و بر

پہ جب قوم ہی بے نشاں ہو گئی — تو پھر زندگی رائیگاں ہو گئی

مرے ہاتھ سے قوم ہو گر تباہ — بنوں گا میں نفریں کا آماجگاہ

ہوا ان کے ہاتھوں جو میں بے نشاں — تو کیا فائدہ جاں گئی رائیگاں

مجھے تاج پوشی میں ہو کیا مزا — کہ دنیا میں رہنا نہیں ہے سدا

یہ دریودھن اور اسکے بھائی شریر — ستمگار و جور و جفا کے ہیں پیر

سیہ دل ہیں ظالم ہیں کینہ کش ہیں — بڑے حیلہ باز اور بداندیش ہیں

یہ دیوانے نہیں جانتے بے بصر — کہ قتل برادر کا ہے کیا ثمر

یہ میں جنگ ہرگز کرونگا نہیں — غم مرگ خویشاں سہوں گا نہیں

یہ کمبخت بے باک ہیں فتنہ گر — نہ بیٹے کی شرم اور نہ باوا کا ڈر

حسوں کے خواص اس کے ہیں رگ و یار ہوائے ہوس سے رہیں بیقرار
عمل اس کے رشتوں سے باندھے ہوئے یہ دنیا پہ نقشے ہیں آمال کے
سمجھنے کو ہر ایک پُر آرزو پہ کھلتا نہیں مطلب گفتگو
کہ سرسبز ہوتا ہے وہ کس سبب بہار اس کی کب ہو خزاں اس کی کب
ہے جڑ اس کی بن تیشہ بھی مضبوط تر چلا اس پہ قطع اجل کا تبر
اگر کٹ گئی جڑ تو امکان سے پہنچنا وہاں جس کی یہ شان ہے
کہ خلوت گہ خاص یزداں ہے نہ آنکھ اس سے آگاہ نے کان ہے
جو ہے پاکدامن وہ جائے وہاں کہ ہو بے ہوس بے گنہ مثل جاں
تکبر کا دامن ہٹائے ہوئے تمنائے دل سب مٹائے ہوئے
عداوت کسی سے نہ الفت نہ پیار بقا سمجھے از بہر پروردگار
کروں کیا بیاں خلوتِ خاص کا وہاں مہر و ماہ کا نہیں جانا
وہاں جو پہنچتا ہے پھرتا نہیں وہاں کی خبر کوئی پاتا نہیں
مرا نور ہے منبع نورِ جاں نہیں دور دل سے ہمارا مکاں
ہوا جوں اٹھا لیتی ہے گند بو حواس اور دل سے ہی جاں کا لگاؤ
حواس اور دل جو کہ ہیں محو کار بدن کے تعلق سے ہیں بیمار
جو عاشق ہیں جاں کے نہیں ہے وقوف گرفتارِ لذاتِ حس بے وقوف
تماشائے جاں کے ہیں نظارگی نہ بلہا نہ پر لاف دیوانگی
یہ ہے صبح صادق کا دعوئے فروغ لیا عاریت مجھ سے نور و فروغ
یہ سورج یہ چاند اور اگنی تمام مجھی سے ہے ان کا فروغ و نظام

صفائے دل اور بے خطر زندگی
نیاز اور تضرع سے ہو زندگی

تن و جان کی فکر میں کاٹنا
تعشق میں خون جگر چاٹنا

جو ہو پاس دنیا براہ خدا
رہے فیض کا باب ہر دم کھلا

حواس اپنے قابو میں رکھے مدام
رہے موت پیش نظر صبح و شام

دل و جان سے یکسر ہے کاربند
انیس جہاں سدِ راہِ گزند

عمل علم پر دل لگائے ہوئے
نکت پر نظر کو جمائے ہوئے

کرے زہد میں جہد بجائے خاک
جگر خون ہو سینہ ہو چاک چاک

بنے صادق القول اور کم سخن
نہ بے فائدہ ہرزہ ہر دم سخن

نہ آئے غضب غیظ میں زینہار
نہ قہر اس کی عادت نہ ایذا سے کار

قناعت میں ہر وقت آسودہ حال
نہ آئینہ دل پہ زنگ ملال

سخی و کرم پیشہ رہنا سدا
جو کچھ ہاتھ میں آئے دے ڈالنا

ہمیشہ رہے نرم دل خوش مزاج
حسوں کو نہ لذات کی احتیاج

برے کام سے رکھیں ہر دم حیا
رکھیں نرم دل مستقل اور بجا

بچیں فعل ناکردنی سے مدام
نہ ہرگز کریں ناپسندیدہ کام

جو سختی پڑے تو بنیں بردبار
مجسم معافی تامل سے کار

دل و جسم کو پاک رکھے مدام
حسد اور کینہ نہ ہو ان کا کام

نہایت فروتن رہیں خاکسار
یہ ہے راہ جنت کی اسے کامگار

یہ چھ شخص بدکار ہیں بد خصال
نجات ان کی ہونا ہے از بس محال

ریاکار۔ خود بین۔ ستمگر۔ رشوتم
سیہ دل۔ خود آرا۔ ظلوم و جہول

کھڑا ہو تو میداں میں ہو کر دلیر
نہ کر رو بہانہ سخن ہوکے شیر

کہا کرشن جی جنگ اخوان سے؟
گورو، دوست و عم و اخوان سے؟

درونا پہ بھیشم پیتامہ پہ تیر؟
مجھے اس سے بہتر ہے ہونا فقیر

خدا کی قسم جنگ بھاتا نہیں
مرا ہاتھ خنجر پہ جاتا نہیں

نہ آمادہ مجھکو کرو جنگ پر
گدائی ہے اس راج سے خوب تر

کروں جنگ میں ان سے کیا فائدہ
سراسیمگی دل پہ ہو عائدہ

ہزیمت ہے اس فتح سے خوب تر
کہ آلودہ خون لقمہ بد ہے مگر

نہیں یہ خبر کس کی ہوگی ظفر
گرے کون پھر خاک پر خون پر

کسے تخت فرماں دہی کا ملے
بچے تخت نہ موت کس کے لئے

مجھے جنگ پر تنگ مت کیجئے
کوئی غم شکن سکھشا دیجئے

ہو گر مملکت جاودانی عطا
یہ ہوگا نہ کم یہ غم جانگزا

یہ کی التماس اور ہوا پھر خموش
نہ تھی سنج اور غم سے ارجن کو ہوش

کہا کرشن نے ہنس کے اے جان جاں
تو غافل ہے از کار سر جہاں

تو بیہودہ مغموم ہے دمبدم
کہ بے سود ہے یہ دل آزار غم

مناسب ہے غم اس کا جسکے سوا
کہ ہو جان شیریں کو حرماں سدا

کہ ماضی تو گذرا نہ آئے گا پھر
نہ آئندہ ہے جان من معتبر

مری بات پر کان رکھ میری جان
کہ کرتا ہوں ظاہر میں سر نہاں

کہ میں اور تو سب جو معلوم ہے
نہ موجود ہے اور نہ معدوم ہے

ملا آج یہ اور یہ کل آئے گا
خزانہ اسی طرح بن جائے گا

ہمیں عارف و کامل و داد گر
ہمیں حاکم و جابر و زور ور

عزے سب مہیا ہمارے لئے
غرض دین و دنیا ہمارے لئے

نہیں دوسرا کوئی بھی ارجمند
سوا اپنے کیوں اور ہوں شادمند

شریف النسب ہم عدیم المثال
سوا اپنے کس کو ہے کوئی کمال

یہ ہیں قید زنجیر حرص و ہوا
گرفتار دام گناہ و بلا

غلط ان کی رائے ہے ظالم شقی
مریں گے تو بن جائیں گے دوزخی

انہیں ہے غرض اپنی دولت پہ ناز
یہ کج فہمیوں سے نہ آئیں گے باز

نصیحت بزرگوں کی سنتے ہیں کم
خمار ان کا ہے جوش میں دمبدم

ریاکار مکار اور خود ستا
بڑے خود غرض اہل جور و جفا

پیار اور سے۔ مجھ سے نفرت کریں
جہالت سے بھی بڑھ کے نفرت کریں

اٹھیں جب ریاکار یگ کے لئے
کریں ذبح جاندار یگ کے لئے

بھلا مر تو لیں۔ ان کا آواگون
سگ و خوک اور خر ہیں ہوئے سخن

جہنم میں جانے کے اے بے خبر
طمع۔ خشم و شہوت پہ ہیں تیغ در

خبردار اس راہ کو چھوڑ دے
نہ برعکس تو کیجیو بید سے

حکمت سے ہے گر تجھ کو مد نظر
تو کر جو کہیں بید اور شاستر

خلاف بزرگان نہ کر زینہار
حکمت کا ہے اپنے ہی دیں پہ مدار

یہ ایسی غذائیں جو ہیں ناگوار ۔ کریں رجگنی لوگ سب اختیار
بہت شور سرد اور باسی طعام ۔ وہ کھاتے ہیں جو تم طبیعت ہیں خام
نتیجہ کسوں کا نہ محبوب ہو ۔ یہ کھانا اہلِ ست گن کو مرغوب ہو
نتیجہ کا خواہاں رہے راجسی ۔ خلافِ کتب طاعتِ تامسی
وظائف میں اور اور خیرات میں ۔ خدا پر تمام اپنی تسنجا رکھیں
عبادت بدن کی ہے عجز و نیاز ۔ رہے ناقص افعال سے احتراز
کرے دیوتا کی سدا بندگی ۔ پدر رکھشی و پیر و استاد کی
پوتر رہے اور جتی اور ستی ۔ نہ جلدی کرے بندگی میں کبھی
وظائف میں ہو یہ حضور و سرور ۔ زباں دل کی ہو ترجماں بے قصور
خوش آہنگی اور ان میں آہستگی ۔ بنے باعثِ لطف و دل بستگی
کرے ایسا اپدیش مقدور پھر ۔ نہ ہو کوئی ناشاد و خستہ جگر
کہ کرتا ہے ہر شخص روشن ضمیر ۔ سخن راست شیریں تر و دلپذیر
پڑھا کرے ذکرِ پروردگار ۔ شب و روز صدق و صفائی سے کار
عبادت میں حاصل رہے دلخوشی ۔ نہ ہو پُر غضب عادت لے خامشی
رکھے صاف دل کو بہر ڈھنگ [illegible] ۔ صفا دل رہے سب سے ہر رنگ میں
رکھے دل کو مانند آئینہ صاف ۔ ہر اک سے ملے بے ریا سینہ صاف
غرض اور طلب سے نہ ہو مدعا ۔ کرے ہر سہ[1] طاعت بلا اشتہا
یہ ہے اہلِ ست گن کا خوش کیش ۔ تمنا سے ہوتا نہیں سینہ ریش

(حاشیہ: یگ ۔ عبادات ۔ عبادت سنگی)

[1] ہر سہ اطاعت ۔ خیرات ۔ [illegible] ۔ اور [illegible] ۔ خواہش ۔۱۲

مقیّد نہیں بلکہ مطلق ہے جان
غرض پرتو ذات برحق ہے جان

مبرّا منزّہ ہے موجود ہے
مگر جسم معدوم و مفقود ہے

تغیّر تو ہے عرض کو ایعزیز
یہ جوہر ہے قائم سدا کر تمیز

نہ اوسط نہ اعلےٰ نہ ادنیٰ وہ ہے
نہ مولود و والد ہے بے کیف ہے

عدم ابتدا میں ہے ہر اک وجود
عدم آخر میں وسط میں ہے نمود

تحیّر ہے اعمال تقدیر سے
یہ سب بے خبر اس کی تعبیر سے

نہیں جانتا کوئی بھی ماہیت
نہیں ہوتی مکشوف کچھ کیفیت

ہر اک وقت یکساں ہے اور بے زماں
نہ مضغہ نہ بچہ نہ بوڑھا جواں

سمیع و بصیر و خبیر و علیم
یہ قیوم فی ذاتہ اے حکیم!

جلے آگ میں نہ بہے آب میں
نہ غافل ہے نے مست نے خواب میں

نہ راز اس کا آئے سمجھ میں ذرا
یہ احیائے عالم اک اس کی ادا

حقیقت کی آنکھوں سے دیکھو اسے
وہ دنیا میں جوں جان تن میں رہے

اگر تیرا ارجن! ہے یہ اعتقاد
کہ ہے روح مخلوق رب العباد

تو پھر کبھی غم و غصہ کب ہے روا
کہ ہے ساری خلقت کو آخر فنا

فنا جان کے واسطے ہو اگر
بجا جنگ سے تھا نہیں پھر حذر

مگر جان کو جب فنا ہی نہیں
تو سب زندہ ہیں موت آتی نہیں

عدم سے اٹھے اور یہاں آ گئے
یہاں سے اٹھے اور عدم کو چلے

زمانہ میں دن ہے کبھی رات ہے
حیات و عدم ایک ہی بات ہے

تو موت اور اس کے الم سے نہ ڈر
نہ کچھ خوف میدان و مردان سے کر

بنی ان کی ترکیب سے کائنات — یہ دنیا صفات اور وہ عینِ ذات
یہی اسمِ اعظم یہ ہے اسمِ ذات — ہر اک حرف ہیں ان گنت ہیں صفات
ہر اک کام کو اس سے آغاز کر — کہ ذاکر کا دربارِ حق ہے مقر[له]
نہ انکار مولا پہ ہو منحصر — کہ انکارِ حق سے ہے نہایت مضر
یہی ہے سلوکِ رہِ مستقیم — بجز اس کے ہے خوفِ جانِ الیم

اٹھارھواں ادھیائے سنیاس جوگ

یہ کی عرض اے رازدارِ جہاں — تو کر تیاگ و سنیاس مجھ پر عیاں
تمنا مرے دل کی ہے بیشتر — مرا شوق سے جل رہا ہے جگر

سنیاس

کہا ترک کر تو ہر اک آرزو
رہو محو ہر وقت در یادِ ہو

تیاگ

یہ سنیاس ہے تیاگ ترکِ عمل — نہ خلوت نہ عزلت میں آئے خلل
مگر سانکھ کا یہ بھی ہے مدعا — اہنسا یہ پابند ہوتا سدا
پہ ترکِ فرائض ہے ذنبِ عظیم — یہ ہے ہم پہ فرض خدائے علیم
مرے خیال میں ترک ہی نہیں کام — اسی پر مرے کام کا ہے نظام
شکر نا گناہ اور کرنا صواب — مگر ہو جو بے آرزو ہے ثواب
سنیاگ میں رکھے تشاغل تمام — کریں فیض اس سے رکھی اور عوام

له مقر۔ جگہ۔ جائے قرار ۱۲

مگر پھر بھی قدرت کی نیرنگیاں   رکھیں اس پہ ترگن کی پابندیاں
(ساتکی) جسے آئے ہر جا پہ مولا نظر   حقیقت کی آنکھیں رکھے کھول کر
یہ ہے ساتکی نے حقیقت سرشت   ہر اک کس طرح ہو سکے ہم سرشت
(راجسی) مگر راجسی دیکھے ہر جا خدا   یہ ہر رنگ میں شان دیکھے جدا
مگر تامسی اس کی پوجا کرے   نہ جاندار کی کچھ بھی رکھشا کرے
جو واجب ہے کرتا ہے صبح و شام   نہایت کرے جہد و کوشش تمام
کسی سے نہ ہو دوستی دشمنی   کرے کام جو ایسے ہے ساتکی
عمل سے جو مقصود ہو کام دل   غرض بندگی سے ہو آرام دل
کرے کام جانے کہ میں نے کیا   یہ ہے راجسی خود غرض کم ذکا
جو غافل ہے جاہل ہے بے اختیار   نہ زنہار سمجھے سر انجام کار
خلائق کی ایذا کا ہر دم خیال   یہ ہے تامسی مردم بے کمال
نہ اعمال سے چاہے زنہار پھل   نہ اترائے زنہار کر کے عمل
رہے صابر و شاکر و بے ریا   کرے رنج و محنت برائے خدا
نہ چھوڑے جو ہو جائے مطلب حصول   نہ ہو یاس مطلب پہ ہرگز ملول
نہ نام ماترا سمیں نا و منی   یہی مردم نیک ہے ستگنی
حصول مطالب پہ کرتا ہے کار   غرض کے لئے ہے زمانہ کا یار
کبھی طالب مال و فرزند ہو   کبھی سائل جاہ و دلبند ہو
مرادوں کا جویا ہو ہر رنگ میں   الاپے سُر اپنی ہر آہنگ میں
جو مطلب ملا ہے تو شاداں ہوا   نہیں لجۂ غم میں ڈوبا رہا

ستوگن۔ رجوگن۔ تموگن تمام
انہیں سے ہیں جاری زمانہ کے کام

گنوں سے کرے جوگ بالکل جدا
کرے جوگ واصل بذات خدا

مری بات پر کر عمل شاد رہ
پھر آواگون سے بھی آزاد رہ

ستوگن تو ہے خوے اہل کمال
ملے اس سے سب نعمت بے زوال

جسے ماسوی اللہ کی حاجت نہیں
تم و رج کی اس کو ضرورت نہیں

نہ مانگ اپنے اعمال سے فائدہ
پہ رہ محو ہر دم بذات اله

جو چاہے ثمر اپنے کردار سے
وہ بے عزت اہل نظر میں رہے

اگر جوگ کو تو کرے اختیار
نہ دنیا پہ تیرا رہے کچھ مدار

غرض بے ادب غافل اور الجھی
نہیں جانتا ماہیت جوگ کی

ریاکار بیہودہ گو پر دغل
کریں کار مردم میں بیشک خلل

بچھاتے ہیں تزویر کے دام کو
چلاتے ہیں تسخیر کے کام کو

یہ ہے بحر عرفان حق بیکران
کہ ہے بلبلہ جس میں سارا جہان

نہ ہو نیک و بد جب ترا کام دل
تو ہو ترک و تجرید آرام دل

ریاضت تو کر جوگ کی بے ریا
کہ ہووے عیاں نور ذات خدا

کہا اس کو ارجن نے اے رازدان
حقیقت کرو جوگ کی اب بیان

نہ جوگی ہوتا ہے آزاد مرد
ہر اک بند سے پاک لالچ سے فرد

ہر اک امتحان پر وہ کرتا ہے صبر
سگ نفس پر خوب کرتا ہے جبر

نہ لذات دنیا کا ہو خوشہ چین
ہمیشہ رہے صحبت صالحین

نہ ہو خواہش و آرزو کا غلام
خوشا حال جس کی ہے یہ زندگی
حفاظت کرے دین و مقصود کی
تحمل جو یہ ہو تو ہے راحت بھی
کہ غفلت کی خواب گراں میں رہے
رہے مست و غافل نکما مدام
یہ راحت بھی نرگن پہ ہے منحصر
جو بعد از ریاضت کے راحت رہے
اگرچہ وہ ہے ابتدا میں تو زہر
لگا رہے اگر دل ادھر آدمی
نجات اور برکت سے ہو جس کو خوشی
دوم لذتِ جس سے ایک جوش گہر
یہ ہے آبِ حیواں کی اول میں لہر
یہ راحت نہیں ہے حقیقی خوشی
وہ آرام ہو جس کی سُست ابتدا
تموگن کے مانند یہ کام ہے
جہاں میں نہیں ہے کوئی آدمی
جو ترگن سے مطلق رہے برکراں
ہوا ہے یہ چاروں میں برمحیط

دل اپنا رکھے ہاتھ میں مستدام
یہ ہے کار متحمل ستوگنی
رہے نام و عزت کی شادی غمی
جو بدتر ہے اس سے وہ ہے تامسی
جہالت سے دائم زیاں میں رہے
سحر کو کرے باطل اندیشہ شام
کہ ہے راحت افزائے جان و جگر
کہ ہر دو جہاں سے فراغت رہے
یہ ہے آبِ حیواں کی آخر کو لہر
تو ہو آخرش واصلِ خرمی
یہ سچی خوشی ہے خوشی ساتگی
اگر آئے مس پر تو کر دیوے زر
پہ آخر میں ہوتی ہے مانند زہر
یہ نا مستقل عیش ہے راجسی
تغافل سے ہو ممتزج انتہا
یہ آغاز سے تا بہ انجام ہے
فرشتہ نہ شیطاں نہ جن و پری
اگر ہے وہ ہے خالقِ دو جہاں
اسی طرح سے ہے منقسم نے بسیط

نہ جانے کہ میں نے کیا ہے یہ کام ۔۔۔ تو پھر ہے حصولِ مرادِ دوام
کرے جو وہ مولا کی خاطر کرے ۔۔۔ غلام اس کو مولائے اکبر کرے
یہاں سے ہے وصلِ خدائے کریم ۔۔۔ کرے رحمت اس پر عزیز الرحیم

خلاصہ

کرے ترکِ لذاتِ حسی تمام ۔۔۔ رہے دل تہِ دانشِ نیک نام
نہ دشمن کسی کا نہ ہووے قرین ۔۔۔ غذا کم رکھے اور ہو گوشہ نشین
زبان و دل و دیں بچائے رکھے ۔۔۔ خدا کی طرف دل لگائے رکھے
خودی و غضب دل میں آنے نہ دے ۔۔۔ ہوا و ہوس کا مخالف رہے
نہ اولاد و ازواج سے ہو پیار ۔۔۔ نہ جمع زر و مال کا اختیار
جو یہ وصف ہو جائے انسان کی ۔۔۔ تو کثرت سے ملے گی اسے خرمی
رہے محوِ مولا میں خوش دل رہے ۔۔۔ سدا اپنے پیارے سے واصل رہے
کرے دین و دنیا سے دُوری وجاپ ۔۔۔ تمنا سے خالی ہو مقصد ہو آپ
برابر ہیں اس کے لئے مور و فیل ۔۔۔ یہی اس کی ہے معرفت کی دلیل
وہ مجھ میں ملے جو کہ مجھ سا بنے ۔۔۔ مرا آشنا بن کے مولا بنے
بھروسا رکھے مجھ پہ ہر کام میں ۔۔۔ یعنی ہو ہر اک مقصد اور کام میں
ہر اک کام مجھ پر رکھے منحصر ۔۔۔ کسی نیک و بد میں نہ دیکھے ضرر
بنے مستقل جیں شخص کی رہنما ۔۔۔ دل اس نے مرے نام پر دیدیا

ہوا و ہوس موجب گمرہی — کمالات کی روک ہیں تو یہی
کیا ہے اگر کام بے آرزو — ہوا کام بالا تر اے ماہ رو
ہوا تجھکو حاصل یہاں گیان جوگ — یہ کرم اس پہ پابند فعلوں کے لوگ
تناسخ کی عملوں سے اچھا تجھے — یہ سب کرم یوگ اپنا لیکر ہیں
بڑھا سب سے ہے اہل عقل سلیم — اسے گیان سے ہے انکی عادت کریم
جو مانند کچھوے کی اپنے حواس — سمیٹے وہ ہے عقل کا اہل اساس
تمنا ہے سینہ فگار بشر — تمنا خدا اسے رکھے دور تر
کرے عقل سے دور حرص و ہوا — کرے محو خاطر سے صدق و صفا
نہیں جو کہ صاحب دل ایمان من — وہ ہے قید زندان آوا گون
کہ باد ہوا اسکی ہے ناخدا — دل اہل غفلت ہے کشتی نما
یہ عارف کا دل بحر ذخار ہے — کہ سب ندیوں کا بلاخوار ہے
قفس سے رہا ہو کے وہ بلبل اڑا — رکھا جس نے دل اپنا سب سے جدا
ہوا و ہوس دل سے باہر نکال — کہ آئے نہ روز جزا کو وبال

ادھیائے تیسرا کرم یوگ

کہا پھر یہ ارجن نے ای خوش خصال — کہ ہے فعل پر علم کو جب کمال
تو پھر کس لئے بہر جنگ آوری — مجھے حکم ہے اے سر سروری
کہ کوروں کے لشکر پہ ڈالوں بلا — نشاں ان کا ہستی سے دوں میں مٹا

یہی معرفت اور حقیقت کا راز — یہاں کیش و آئین کے لے چھوڑ ساز
ہراک غم کرے دور تیرا خدا — ہراک بند سے تجھکو کردے رہا
مری بات سن اور بن میرا یار — تو مخلص ہے اور ہے مرا رازدار
مری کر عبادت تو ہر صبح و شام — مجھے سجدے کر با نیازِ تمام
لگا دل کو مجھ سے نہ جا سوئے غیر — مجھے چھوڑ کر دیکھ مت روئے غیر
مجھے یاد کر تا کہ پائے مجھے — مرا نور پرنور کردے تجھے
مرا عہد ہے تو ملے گا مجھے — ترا یار ہوں دونگا موکش تجھے
یہ وید رسم آئین و دین چھوڑ کر — پیار اور اخلاص تو مجھ سے کر
نہ کر فکر حامی تمہارا میں ہوں — عزیز اور ہادی تمہارا میں ہوں

بتانا نہ منکر کو باتیں مری
گر معتقد کو سُنانا سبھی

نہ جاہل نہ منکر نہ غافل سے کہہ — نہ ناحق شناس اور نہ کاہل سے کہہ
مخاطب ہے گر معتقد اور مرید — تو ہو واصلِ نورِ ربِّ مجید
نہ مجھ سے بڑا کوئی ان کا عزیز — نہ ان سے فزوں کوئی میرا عزیز
وہ طالب ہیں میرا ان کا مطلوب میں — وہ میرے حبیب ان کا محبوب میں
سنی جب سے گیتا بصدق و نیاز — وہ آیا بمنزل گہِ قدس و ناز
سنی تو نے یہ گیان کی گفتگو — ہوا ہے جہالت سے آزاد تو

کہا کرشن تیری ہدایات سے
تغافل کے پردے ہیں دل سے اٹھے

خاتمۃ الکتاب

کتاب ختم ہوگئی ہے۔ مگر دل کو ابھی اور شوق ہے۔ اور آنکھیں اشتیاق میں کھلی ہیں۔ خواہش کو اور بھی پیاس ہے۔ معترض اور نکتہ چین ہزاروں ژاژخائیاں اور ہرزہ سرائیاں کریں۔ مگر غور کریں اور دیکھیں کہ اصلی مقصود اور علت غائی اس کی تصنیف کی کیا ہے۔

درصورت عجیبت عیب دگر نباشد   جز آنکہ نیست عیبے درصورت عجیبت

دشمنان دین و انصاف کا استیصال اور اہل فساد و بغی کا قلع قمع جہان سے ضروری ہے۔ اس جہاد میں سر دینا آب حیات پینا ہے اور مرنا فتح ہے۔ اور یہی دینداری ہے۔ جسم ایک شہر ہے۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ ہنکار اس میں فسادی اور اہل بغاوت ہیں۔ یہی نفس کے پانچ تت ہیں۔ ان کی فنا معرفت کی معراج کا پہلا زینہ ہے معرفت اور گیان یہ ہے کہ دل پر ان کا نشان اور جسم میں ان کا نام نہ رہے۔

یادِ الٰہی میں ہر وقت محویت رہے۔ "حواس اور آرزو ہائے دل فنا ہو جاویں"۔ اگر یہ نہیں تو یہ محویت اور معرفت ریا ہے اور عشق فسق ہے

سر در عشق بو الہوس راندہند   سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار   ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

نہ ہو حاصل اس طرح سے کام دل
بہت دور ہے اس سے آرام دل
کرو کام سارے خدا کے لئے
نہ پاداش اور مدّعا کے لئے

برہما کو داتا نے پیدا کیا
بنائے جہاں کو ہویدا کیا

کیئے بعد انسان حق نے یگ اور کام
کہ ہو کثرت خلق و مخلوق عام
یگوں سے ہے پختہ عمل کی بنا
عمل سے ہے مضبوط و عالم بپا
اگر دیوتا کے لئے یگ کریں
تو مل جائیگی اس کی منزل انہیں
انہیں سے ملے ان کو نصرت مدام
ملے منزل عیش و دارالسلام
خورش میں ہے بخشش از پئے دیوتا
حرام اس کا کھانا ہے اس کے سوا
پکائے غذا محض اپنے لئے
مدام اس پہ لعنت خدا کی رہے
جو کھلائے کے باقی کرے نیک کام
وہی نیک دل ہے وہی نیک نام

اناجوں پہ ہے سب مدار حیات
ہے بارش پہ غلہ کی سب کائنات

یگوں سے بنے ابر برسے سحاب
زراعت کو سرسبز کرتا ہے آب
کہ کام خدا بید ہیں اور برہمان
یہ یگ کر فرشتے پہ ہے سب عیان
خال قدرت سے پیدا ہوئے
ہر اک کام دنیا کا قدرت کرے
بشر بھی مقید ہو تقدیر کا
مناسب ہے ورنہ وہ جیوں مرا
نہیں زندہ مغلوب حرص و ہوا
کہ ہے سر زنگ جہاں میں لگا
مگر تشنۂ عشق مولا کریم
نہیں قابل تیغ امید و بیم

قطعۂ تاریخ

مرحبا اے شوقِ ادراکِ معارف مرحبا / حبذا اے آمدِ فیضِ لطیفِ جلوہ گستری
مدتے ماندیم در بحرِ تجسس غوطہ زن / تا بکف آریم درّے زیبکانِ جوہری
مدتے بودیم کشکولِ گدائی زیبِ دوش / بو کہ مے یابیم خیرے از حضورِ برتری
مدتے ماندیم در کنجِ تجسس منزوی / تا کہ بینیم صورتے از صورتِ خوش منظری
یافتیم آخر ہماں چیزے کہ مے جستیم ما / دستِ ما بود آخرِ کارم بدامانِ پری
ایں کتابِ معرفت ایں نسخۂ عرفانِ حق / جانِ ما جانِ شمائلِ لبابِ بہتری
از برائے ترجمہ بستیم زنگارِ صد قلم / بو کہ یابد لوحِ مس تزئینِ بانگِ زری
بود راہِ سنگلاخ و کارِ مشکل بود سخت / کرد فضلِ ایزدِ منّان ما را یاوری
ایں نمیگویم کہ من ایں ارمغاں آوردہ ام / رشکِ فردوسی شدم یا ہمعنانِ عنصری
صد غلط کاری و نقص آوردہ ام در پیشگاہ / گر قبول افتد زہے عزت زہے نام آوری
بو کہ اولادِ معانی در جہاں نام آورند / گر چنیں باشد زہے قسمت زہے بختاوری
نقص گر بینی بکن اصلاح یا عیبے مپوش / چوں سفیہاں کے روا مے باشدت پردہ دری
گر بود محفلِ جواہر بہرِ اصحابِ نظر / مایۂ صد ناز باشد از متاعِ عبقری
ہر چہ دیدم گفتہ ام تا حدِ علمِ خویشتن / ہر چہ دانستم نوشتم من بہ نیکو مخبری
تو ز میخورِ فقیرِ بے لذت بیگیں سخن / فائدہ نادر جز از آزارِ جنگِ زرگری
اے خداوندِ دو عالم ای حفیظ الغیبین / ایکہ بر ذاتت مسلّم رازقی و یاوری
ہادیا نورِ ہدایت گمرہاں را لطفِ تو / گر تو رحمے نادری از کس نیاید رہبری

عیاں کی یہ پرکرت نے کائنات
جو ہے قدرت خالق شش جہات

اسی سے ہوئے تین گن آشکار — اسی پر ہے موقوف دنیا کی کار
ہے باقی خدا اور فانی تمام — زمین آسمان روز و شب صبح و شام
نہ رکھ تو تعلق کسی کام سے — ہر اک کام کو مجھ پہ تو چھوڑ دے
نہ ہو تیری گردن پہ جب کوئی بار — تو مردان میدان سے ہو اپنی کار
مری بات پر گر کرے تو عمل — نہ آئے ترے کام میں کچھ خلل
نہیں ہے اگر تیرا یہ اعتقاد — تو پھر تو نہیں اہل حق و سداد
کہ کر اپنی مرضی کا ہے آدمی — سدا ہے گرفتار رنج و غمی
عمل سے نہیں ہے کسی کو گریز — نہ ہندو نہ عارف نہ برنا و پیر
پہ ناحق جسے کر کے کر تو نہ کار — تو چھوڑا ہے جا ہر کام میں با خبر
کسی سے نہ کر دوستی دشمنی — یہ ہے موجب رنج و درد و غمی
گر اس راہ میں دوست ہے جو ترا — سوا اس کے ہو نہیں محبوب ہے
اس آئین پہ جب ... — ... ہمت حق سے ہے وہ شاد کام
کہا پھر کہ ارجن ہر اک نے صفات — ... ہے طبیعت و الاصفات
تو کرتا ہے پھر کس لئے تو بدی — اٹھاتا ہے آخر کو شرمندگی
مکلف بدی پر ہے جو بے بصر — بتاؤں تجھے کون ہے وہ بشر
سمجھ لے کہ ہے حرص اصل گناہ — غضب سے ہوں سب کار دنیا تباہ
بڑی دشمن انسان کی ہے حرص و آز — اسی سے ہو جوئے بشر فتنہ ساز

کہا آپ کا ہوں میں خدمت گزار
اگر سخت حیراں ہوں سرگشتہ وار

ہوئی جلوہ گر تیری ذات کرم
مرے اس زمانہ میں اے محترم

کہاں سورج اور ذات تیری کہاں
ترا فیض پہنچا تھا کیوں کر وہاں

کہا جان من تو ابھی خام ہے
یہ عرفان کا علم کم کام ہے؟

ہم آگاہ ہیں راز و اسرار سے
ہر اک ٹین سے اور ہر اک کار سے

کہ ہم اس زمانہ میں بھی جلوہ گر
ہوئے ظاہری اور اب ہیں نور نظر

نہ پیدا ہوئے ہم نہیں ہم مرے
پہ قدرت نمائی کو ظاہر ہوئے

ہو دنیا میں جب سست بنیاد دین
ہم آتے ہیں رکھنے کو آباد دین

حفاظت کو مرتاض و عباد کے
رعایت کو جہاد و زہاد کے

ستم پیشہ لوگوں کو کرنے فنا
جہاں میں چلانے کو امن کی ہوا

تو ارجن جو میرا شناسا ہوا
وہ آواگون سے ہو بے رہا

مری ذات ہے پرسخا و کریم
میں ہوں مہربان اور رؤف و رحیم

مبرا نہ بیم و رجا و غضب
کرے میری جو معرفت کو طلب

پناہ میری لے کر تصور کرے
ریاضت سے ہو واقف ذات سے

نتیجے ملے جیسا جانے سبھی
یہ سب میرے مسلک پہ سالک ہے

وہ[1] دنیا طلب جس کا ہر دیوتا
کروں اس کا پورا دلی مدعا

[1] میں دنیا طلب - غیراً سوی اللہ پرست لوگوں کی مراد و بھی دیتا ہوں تو اسکے یہ معنی نہیں کہ دنیا پرست لوگ جنکی مرادات اور خواہشات حاصل ہوتی ہیں وہ عارف ہیں۔ نہیں علم عرفان اعلیٰ ہے اور اس کے اعمال اور منازل مشکل تر ہیں مگر ہیں یہ سب میرے ہی مسلک اور راستے ۱۲

نہ ہو کرم سے جس کا کچھ مدعا — وہ ہے مرد مقبول ربّ العلا
جزائے عمل کی تمنا نہ ہو — امیدوں کی دل میں تو آنہ ہو
نظر آئے افعال میں ترک کار — رُخِ ترک پر فعل کا ہو نگار
قناعت ہو ہر وقت مدِ نظر — تعصب سے ہرگز نہ ہو کور وکر

وہ عارف ہے اور واصل کبریا — ہو سرزد اگر فعل اس سے تو کیا
تو بن مجھ سا ہووے گی تیری نجات — تمنائے ترص و ہوائے نمات
جسے دل میں عرفان کی لو لگی — نہیں آرزو اُس کو اعمال کی
مدارج بڑے ہیں اس کے ایسے سوا — جہاں جلئے وہ ہے وہ مرد خدا
جو دل یار سے ہاتھ ہے کام میں — تو پھر دل نہیں قید آلام میں
جو ہے محو ذات خدائے کریم — ہمیشہ کرے رحم اُس پر رحیم
اگر دل ہو لے یاد مولے لگا — وہ ہوتا ہے مقہور پروردگار
کرے ترک لذات کھا کر نعم — بھگتوں میں جاتا ہے نے پنج غم
کرے پاک اگر دیوتا کے لیے — اسے دولت دین و دنیا ملے
کئی لوگ کرتے ہیں اشٹانگ یوگ[51] — کہ بس جائیں ہر دم کے سب بد شوگ
کئی لوگ کرتے ہیں ارجن ہو تپ — جلاتے ہیں اس میں بہتال و تن
کئی دھوپ میں محو بیٹھے رہیں — کئی چپ سادھے[52] کئی آسا تپتے رہیں

---

۵۱ اشٹانگ یوگ یہ ہے۔ ضبط حواس۔ صفت پرستی۔ اجپا جاپ۔ محبت الٰہی) دان۔ تپ
ایاسنا۔ تحصیل علم۔ پرانایام۔ اور پچھلے اشعار میں ان کا بیان ہے۔ ۱۲

۵۲ چپنا۔ سوچنا۔ متفکر ہونا۔ غور کرنا۔ ۱۲

جہالت سے ہو کار دنیا خراب — جہالت سے آئے زمیں پر عذاب
یقیں سے ملے آدمی کو کمال — یہ نسچا تو ہے دولت بے زوال
جو کامل ہوا جوگ میں لا کلام — ہوا رنج و غم سے وہ فارغ مدام
اٹھا خنجر اور کر عدو کو ہلاک — نہ کر اس لڑائی سے کچھ خوفناک
ہوا جسم میں تیرے ہے پانچ جا — مقام اس کے دیتا ہوں تجھ کو بتا
بیان جسم میں ساری و منتشر — نظام بدن اس سے ہے منحصر
چلے جسم میں دم بسبب اپان — نکلتا ہے کوشش کرے گر پران
اگر جس دم کا رہے انتظام — تو دونوں ہواؤں کا ہووے نظام
جو جاہل ہیں ناکارہ غفلت سرشت — ملے گا انہیں کس طرح سے بہشت
اگر ہے تجھے کچھ بھی عقل و ادب — تو اول فضیلت کا رہبر کتاب
کسی چیز سے دل نہ ہرگز لگے — سوا اس کے راحت نہ ہرگز ملے
اگر ہر دو عالم کی شاہی ملے — نہ لینا اگر معرفت سے بچے
بجز معرفت کے ہے دشوار تر — وصال خداوند رب البشر
یہ ملتی ارادت سے ہے بامراد — نہیں اس کا کچھ بھی بجز اعتقاد
خیالات باطل کو دل سے مٹا — تو منزل [illegible]

ادھیائے پنجواں پرکرت جوگ

کہا پھر یہ ارجن نے ترک عمل — ہے بہتر عمل یا کہ ہے بر محل

۱ ساری ۔ پھیر کرنے والا ۔ ۲ آر ۔ ترک محبت میں ہے ۔ ۳ ملال ۔ صحیح [illegible]

نظر[1] آنکھ میں ہے صدا[2] کان میں
جو چھوتا[3] ہے ہاتھوں سے جو چلتے ہیں پا
ہے بو ناک میں اور سر میں قیاس
نہ ہوتی ہے شمار محسوس جان
پہ جوگی ہیں آزاد اس سے مدام
عمل ان کے ہوں معرفت کیلئے

پیار اور محبت[4] دل و جان میں
زبان[5] میں دیا ہے خدا نے مزا
بجز نزع ان میں جان ہی یہ پانچوں حس
نیا لب ہے اس سے یہ سارا جہاں
نہ ہوں کار دنیا میں یہ مستہام
بنے ہیں وہ انسانیت کیلئے

گرفتار خواہش بلا میں ہے بند
کبھی بادشاہ اور کبھی مستمند

یہ غالب جو حرص و ہوا پر ہوا
وہ دنیا میں رہتا ہے جیسے کنول
رہو تم بھی ایسے کہ رہتے ہیں ہم

غم و رنج میں کب ہو وہ مبتلا
رہے آب میں تر نہ ہو لے خلل
خضر میں پڑے رہتے سہتے ہیں ہم

یہ ہے جسم مردم جہان صغیر
یہ تصویر و نقش جہان کبیر

ور اس کے ہیں نو لے سمجھ اہل ہوش
دہن اور گُد ایک سوراخ کل

دو سوراخ بینی دو چشم و دو گوش
رواں پر تو رب سمجھ میرا قول

زمانہ میں مردم کی اقسام تین
کریں جو کہ دشمن[2] سے جنگ و زین

لہ پانچ حواس ظاہری اور پانچ باطنی ۱۲۔ ۲؎ دشمن سے مراد نفس امارہ ۱۲۔

رہیں محو یادِ خدائے انام ‏ نہ ہوں آرزومند دارالسلام

نہ شادی سے شاد اور غم سے غمی ‏ یہی درحقیقت تو ہے آدمی

کہ جو قید حرص و ہوا ہو گئے ‏ گرفتارِ دامِ بلا ہو گئے

جو مرنے سے اول جہاں میں مرا ‏ اُسے مل گئی جاودانی بقا

خیالاتِ باطل نہ سر میں رہیں ‏ نہ لذاتِ قلب و جگر میں رہیں

دو ابرو میں آنکھیں ملائے ہوئے ‏ کرے حبسِ دم دل لگائے ہوئے

پران و اپان اس میں جاری رہے ‏ خمارِ مئے عشق طاری رہے

رہے عقل و دل جس پہ قابو مدام ‏ یہی ہے خردمند والا خرام

رجا خوف و حرص و ہوا دور ہو ‏ تو دل نورِ مولا سے معمور ہو

کرے یگ تو جنت ملیگا اسے ‏ پہ عارف جو ہوگا ملیگا مجھے

ہو عارف کو تسکین مے نام سے ‏ جو شغل ہے یادِ خضر نام سے

چھٹا ادھیا۔ آتم سنجم

نہ مانگے جو کوئی جزائے عمل ‏ کرم ہو فقط سعی برائے عمل

نہ ہو نفع و نقصان پہ اس کی نظر ‏ وہی سرِ سنیاسی ہے جوگی بشر

لہ انام۔ دنیا۔ [illegible] جاری۔ چھپا ہوا۔ [illegible] [illegible] کی عزت بیرونی

ت ساعی کوشش کرنیوالا ۱۲ ‏ [illegible] یعنے عمل تو کرے مگر اس میں نفع یا نقصان کا خیال نہ ہو

ترک خیال کو شغل کہتے ہیں۔ جب جوگی ترک کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو منزل سکون

پر پہنچتا ہے۔ اور اس معرفت [illegible] کو سرجھ [illegible] کی جوگی کہتے ہیں۔ اور یہی سنیاس ہے ۱۲

ذرا دل سے سن کاروِ اشغالِ جوگ
خبردار - لے سیکھ اعمالِ جوگ

کُشا - مرگ چھالا - بچھا دامُا ۔۔۔ پہن دھوتی - اور ایک پرنا بنا
حواس اپنے کر یادِ مولا پہ جمع ۔۔۔ جلا دِل کے سینے میں پُر نور شمع
زبان دست و دل با یک مقصود ہیں ۔۔۔ رہیں اور کسی سے تمنا نہ کر
نظر[۱] ناک کی نوک پر لے جما ۔۔۔ کہ آئے نظر نورِ ربُ العلا[۱]
سر و گردن اور جسم ہو مستقیم ۔۔۔ بلا حِس و حرکت کے ہو جا مقیم
جو بیٹھو ہیں شیدائے خوابِ گران ۔۔۔ نہیں جوگ ہے اک عذابِ گران
تو رکھ خواب و خور میں سدا اعتدال ۔۔۔ نہیں ہے اگر جوگ ملنا محال
بچا باد سے جو رہے گا چراغ ۔۔۔ اسے ہوگا بجھنے سے بیشک فراغ
اسی طرح جوگی اگر دیہہ باز ۔۔۔ رہے - اور دل کا رہے چارہ ساز
تو پھر جوگ کی منزل اسکو ملے ۔۔۔ گلستان عرفان اس پر کھلے
ہوا سانس ہے جان مثلِ چراغ ۔۔۔ ہوا کا بنا قید خانہ دماغ
برہم چریہ سے دل کو قابو میں لا ۔۔۔ خبردار مت دل کسی کا دکھا
اگر لذت اور حرص سے تو بچا ۔۔۔ نجات اور سوکھ کا رستہ ملا
نہ محنت ریاضت سے کچھ رنج ہو ۔۔۔ خدا نے دیا جب کہ یہ گنج ہو
پہنچ جائے جوگی جو اس حال پر ۔۔۔ تو ترک تمنا سے تو پہنچے ضرر

[۱] یہ ناسا گر دِرِشٹی ... [illegible]
خدائے بلند ... [illegible]

گر میرے دل میں نہیں ہے قرار — نہیں ایک حالت پہ آشفتہ وار (دیوانہ وار ۱۲)
مرا دل پہ قابو نہیں ہے ذرا — کہ ہاتھی ہے دل دل میں گویا چنا
پریشان ہے اور سراسیمہ ہے — یہ سینہ نہیں تختۂ تفتہ ہے
ہوا کی طرح بس میں آتا نہیں — قرار اس کو آتا نہیں ہے کہیں
میں ہر وقت رہتا ہوں اندیشناک — کہ یہ خاک ناپاک ہو جاوے پاک

کہا کرشن نے دل تو سیماب ہے
عبث تو غم دل سے بیتاب ہے

ریاضت سے خون جگر نوش کر — یہ قابو میں آ جائے گا ہوش کر
کہا میں نے جس طرح اخلاص ہے — ہوا و ہوس مطلقاً چھوڑ دے
یہ ہے نفس امارہ دشمن قوی — مجاہد ہو مردانہ اور مدعی

یہ کی عرض ارجن نے پھر اے حضور
بتا سے کہ ہو ایسا مرد غیور

کہ دل جس کا قابو میں ہے آ گیا — ہوا و ہوس سے مبرا ہوا
دوم جس کا ہو جوگ پر اعتقاد — کیا پر نہ ترک حرص و ہوا سے جہاد
سوم جس کی عرفان کی خواہش نہ ہو — جہالت[1] سے کوئی بھی کاہش نہ ہو
یہ مر کے یہ مولا کہاں جائیں گے — مدارج وہاں جن کے کیا پائیں گے

کہا کرشن جی نے کہ ارجن! یہ سن
ترے کام آئیں گے میرے سخن

[1] جہالت سے اسکو کوئی تکلیف یا رنج نہ ہو ۱۲

دل عقل و قدرت ہی اور جان ہے — کہ جس کے لئے سارا سامان ہے
مری جاں میں ہی سب جہاں مستتر — کہ ہو تخم میں جیسے پنہاں شجر
مہ و مہر و انجم کی ہوں میں ضیا — مد و جذر میں ہی تو ہوں بحر کا
وہ اونکار[1] ہوں حرف میں بیدکا — او رہ انجام ہر ایک امید کا
جواہر میں ضو، نور پر کا شل میں — مزا آب میں شہد کا قند میں
خرد عارفوں کی و شہوتکی ہوں شان — بہادر کی غیرت ہوں خوبو نکی آن
بغایت جمیل اور ہوں ذوالجلال — غرض خیر ہوں محض ہوں باکمال
[2]نرگن میں ہی ہوں اور میں سگن[3] — وہی میں ہوں گو یندہ حرف کن
مرا ظاہر انساں میں مردم صفت — یہ باطن میں انسان کی معرفت
مجھے کوئی کہتا ہے فرزند نند — تجھے بوز لبد بو کہتے ہیں چند
تعجب نہ کر ہیں یہ سب بے بصر — مری منزل و قرب سے بے خبر
حقیقت میں ہوں نے پدر نے پسر — نہ یم اور نہ راکھش فلک نے بشر
میں ہوں وہ کہ خود اس سے ہوں بیخبر — میں ہوں کون اور کیا ہوں یہ کوئی نہیں
تو عارف بنے گا تو کھل جائیگا — کہ فی الاصل ہے کس طرح ماجرا
یہ سب بے عقل جہال غفلت مآب — کسی نادر یہ کیا جانیں احوال آپ

زمانہ میں ہیں نیک چار آدمی
انہیں پر ہے سب خوبی و فرخی

[1] اونکار یعنی احد۔ واحد یعنی ایسا ایک جسکا ذاتی یا صفاتی عددی وغیرہ کوئی تعدد نہ ہو۔
[2] نرگن۔ رجگن، بشکن۔ [3] سگن۔ بے عیب، پانی مٹی، ہوا، خلا، آگ، قمر ۔۱۲

توکیا فائدہ جب کہ وہ خوش خرام[۱]
جو عمرو بجر کی رہا قید میں
زکدؤ تا بکوہ بحر سے تا حباب
زمین سے غرض تا بیام فلک
ہر اک اپنی حالت میں ہے مبتلا
ہوا و ہوس ہے مصیبت کا دام
طبیعت سے مجبور ہے آدمی
توجیں دیوتا پر ہو نسچا جسے
بڑھاتے ہیں اور اس کا ہم اعتقاد
یہ صوفیٔ صافیٔ آئینہ دل
نہیں کرتے زنہار فسق و فجور
کرے عمر خرچ اپنی اخلاص میں
کوئی مجھکو کہتا ہے ربِّ قدیر
کوئی دیو کوئی جہاں آفریں
یہ سب ترستے ہیں مبتلائے صفت
سمجھتے ہر اک جاں گرامی ہی جاں
پہ دل جمع کرکے جو دیکھے مجھے

نہ پایا کہ ہے جس کا جلوہ تمام
وہ آواگون کی پڑا قید میں
پھر پشۂ تنگ سے تا عقاب
وحوش و طیور انس و جن و ملک
پڑی سب پہ آواگون کی بلا
غم و رنج کی قید ہے خشم و کام
گر اک شادمان دوسرا ہے غمی
دل اس کی طرف اپنا مائل کرے
دلاتے ہیں پھر اس کے دل کی مراد
نہ ایسے مصائب میں ہو پابگل
نہیں اس سے ہوتا گنہ کا ظہور
رہوں اس کی میں خلوتِ خاص میں
کہے کوئی روزِ جزا کا امیر
بہت ہیں بیاں اختلاف یقیں
نہیں دیکھتے واقعی حسنِ ذات
اٹھاتے نہ پھر خار و خس ہی زیاں
تو اس بزم کی شمع جانے مجھے

[۱] خوشخرام - اچھی چال والا - خوبصورت - مراد اس سے خدا - یعنے نشان خود دیکھ ہی بن جاتا مگر جب خدا کو نہ پایا تو اس کے معلومات اور علم اور ہستی کا کیا فائدہ ۱۲

کہ باقی ہے ہر گز نہ ہوگی فنا — کہ ہے جلوہ گر مثلِ ذاتِ خدا
اَجر چیز باقی ہے فانی ہے جو — یہی چیز ادھ بھوت ہے معتبر
جو ہم ذات سے ہے بری و لا زوال — اور آدھیا تم انسان خوش خصال
سبب قیام دنیا کا اور خلق کا — یہی کرم سے ہے جلوہ کبریا
اجر حقیقت اور آدیو ہے وہی — کہ ہے جس سے اجسام کی زندگی
مگر آدھ جگ کا ہے درجہ بلند — خرد کی پہنچتی نہیں واں کمند
میں ہوں آدھ جگ واقف ہر زماں — میں ہوں واقف راز ہائے نہاں
میں دنیا سے باہر میں دنیا کا یار — مرے واسطے سب کریں نیک کام

جو ہو وقت مرنے کے دل میں خیال
اسی رنگ میں ہو مجسم مثال

اسی واسطے عارفِ حق گزین — رہے محوِ مولائے جان آفرین
مری بات پر گزرا ہے عمل — نکل جائیں سب تیرے دل کے خلل
رہو محو تم مجھ میں اس طور سے — نہ ہستی کا باقی نشان کچھ رہے
جو مرنے سے اول فنا ہو گیا — ہمیشہ کی اس کو ملے گی بقا
ضرورت نہ بیعت کی باقی رہے — وہ ہر اک کا پیرِ طریقت بنے

تو کیا پوچھتا ہے خدا کا نشان
کہ ظاہر ہے ہر اک جگہ اور نہاں

وہ نزدیک ہے اس کو مت جان دور — کہ ہے جسم فانوس وہ شمع نور
پہ دیدار ہے اس کا سب کو محال — بجز عارفِ پاکِ فرخندہ حال

برہما بھی آخر ہے مخلوق ایک — گذر جائیں یوں ہی برہما انیک
خدا ایک باقی رہے گا مدام — بجز اس کے کب ہے کسی کو قیام
یہ دنیا ہے حادث پہ مولا قدیم — قدیر و رحیم و کریم و علیم
نہیں اس کے عارف کو ہرگز زوال — جو عارف نہیں اس پہ آئے وبال
میں ہوں آدھ جگ بیرا بالا مقام — یہاں آ کے پھر نیکا ہوگا نہ نام

یہ عشقِ خدا[1] بحر ہے بیکراں
جہاز اس میں عارف عظیم المکاں

کہ جو ذاتِ حق سے ہوا آشنا — حصول اس کا ہو مقصد و مدعا
صفاتِ آشنا حق سے ہیں دور تر — رہِ مدعا ان سے مستور تر
پہ نفس[2] آشنا ہیں خدا آشنا — نگاہِ[3] دل میں کر دیکھ لے پھر خدا

سنو اب تم احوالِ دنیائے دوں
کہ ہیں کس طرح اس کی چالیس جروں

کہ چھ ماہ اتر میں ہوا آفتاب — اسی سمت اس کی رہے آب و تاب
یہ رہ جاتیوں کے ہیں دن تابدار — کہ ہے سند و ترمینت روزگار
دکن کی چھ ماہی ہے شب کے حساب — کہ رد جاتیوں کے ہیں ایام خواب

اتراین
دکشنائن

[1] خدا کا عشق سمندر ہے۔ عارف جہاز کی مانند اس میں پڑا ہے اگر ذاتِ حق کا آشنا ہوگیا اس کو موکش مل گئی ورنہ صفات پرست بھی موکش سے محروم رہتے ہیں۔۱۲

[2] مَن عَرَفَ نَفسَہ فَقَد عَرَفَ رَبَّہ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے خدا کو پہچانا۔

[3] ضامن ہے دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی ۱۲ سلہ حرفِ برگشتہ

جو کچھ بھی ہوں میں ہوں خدا مجھ سی ہے[1] / فنا مجھ سے ہے اور بقا مجھ سے ہے
یہ جو کچھ بھی ہے میری قدرت میں ہے / طلسم جہاں میری قوت میں ہے
برہما کا دن جبکہ ہووے تمام / فنا سے جہاں کا کروں انتظام
سحر جب نمودار و پیدا کروں / تو پھر خلق و عالم ہویدا کروں
نئے سر سے یہ گھر سجاتا ہوں میں / مکیں حسب اعمال لاتا ہوں میں
پہ قدرت مرے زیر قدرت تمام / میں صانع ہوں یہ میری صنعت تمام
جہاں والے اپنا سا جانیں مجھے / کہ جیسا ہوں ویسا نہ مانیں مجھے
یہ سب غافل اس میری عظمت سے ہیں / مقیم ضلالت جہالت سے ہیں
شیاطین کی ان میں ہے خوگری / بد افعال ہیں ان میں ہے بدتری
پہ جن میں ہیں عادات خوب نیک / وہ جانیں مجھے مالک نہ فلک
مری بندگی میں رہیں شادکام / مرا ذکر کرتے ہیں ہر صبح و شام
سمجھتے ہیں ایک اور اکثر مجھے[2] / جہان اور دادار داور مجھے
نہ پائے مجھے جو کرے دوڑ دھوپ / نہ جب تک کرے یکسو ہو گیان روپ
جہاں جستجو سے میں حاضر وہاں / جہاں ہووے جوئندہ ناظر وہاں
انیک میں ہوں یک سب میں ہوں میں آپ خاص / یوں میں ہوں وہ جو کہ الکھ ہی ہے یا کہ

[1] خواہ انسان ہوں اور خواہ خدا۔ غرض جو کچھ بھی ہوں ہوں ہوں۔ بات یہ ہے کہ اب معرفت کے سبب سے میری یہ حالت ہے کہ خدا مجھ سے ہے اور فنا و بقا سب کچھ مجھ سے ہے۔ مولانا روم ؎ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود * گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود ۱۲

[2] کوئی واحد کہتا ہے اور کوئی مجھ کو سلسلۂ جہان مجسم کہتا ہے یعنے وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت۔ ۱۲

لگایا ہے جس شخص نے مجھ سے دل
ہر اک رنگ عبادت کا مقصود ہیں
وہ ہے اہل دل جن میں دلبند ہیں
کرے نیکی اور رنگ تو جس کے لئے
محبت شیاطین سے جس نے کی
کسی جا پہ پہنچا نہ وہ زینہار
خودی سے نکل اور خدا کو سمجھ
مجھے عشق منظور ہے سر بسر
کرے گا اگر عشق تو اختیار
یہ ظاہر ہیں باطن میں بن جائیگا
اگر تو ہے طالب تو زہد و خیرات میں
رکھ اخلاص کر جو تو ہو کامیاب
نہیں زہد و طاعت پہ ہرگز نظر
کرے یاد فاجر گر اخلاص سے
مری مخلصوں پر ہے ہر دم نگاہ
مرے مخلص اور عاشق دردمند
فلک پر حقیقت کے جوں مہر و ماہ

ہوا و ہوس میں نہیں پھنس کبھی
ہر اہل حقیقت کا معبود ہیں
جہاں مثل محفل وہ شمع منیر
جو جیتا ہے میرے لئے وہ جئے
تو حاصل ہوا رنج و درد و غمی
ضلالت کا رستہ کیا اختیار
ہر اک شکل میں کبریا کو سمجھ
یہ ہے طاعت و زہد اہل نظر
ملے گی تجھے دولت[1] پائدار
دورنگی دوئی کا تصور مٹا
عبادات و جہد و ریاضات میں
اگر گلبرگ ہو خواہ اک چمچہ آب
یہاں محض اخلاص ہے معتبر
مجھے تو نہ قید الم میں رہے
اگرچہ ہوں خاطی و نامہ سیاہ
دو عالم میں ہیں مجھ کو دل سے پسند
وہ ہیں ملک عرفان کے بادشاہ

ہوا کا نتیجہ

نتیجہ

[1] دولت پائدار = مراد نجات ۱۲ [2] بخشش کر دوں اخلاص رکھ خواہ تیرے پاس برگ گل یا چمچہ آب ہی کی طاقت ہو ۱۲ [3] فاجر = بدکار گنہگار ۔

کہ دو جہانوں کو خبر ہی نہیں ۔ جو کچھ ہے مَیں ہوں اور کچھ بھی نہیں
انھیں تیرے آغاز کا کیا پتا ۔ ہر اک لَے میں ہے میری آواز کا
ہر اک سے ہے اول ہمارا ظہور ۔ سنو رکنِ خلق ہے اپنا نور
انھیں میری منزل کی ہے کیا خبر؟ ۔ کہ ہوں جلوۂ نور میں مستتر
جو جانے مجھے اولین آخرین ۔ گیا وہ جہاں جانا ممکن نہیں
نجات اُس کو بندِ گنہ سے ملی ۔ نمت اُس کو لاریب فیہ مل گئی
دل و عقل و آرام و صبر و قرار ۔ زبونئ نفس اور بیہودہ کار
بقا و فنا و تمنائے دل ۔ شکیبائی و شکر و ایذائے دل
غم و شادی و راستی کے سخن ۔ نکوئی و زشتی و رنج و محن
نکو نامی و زشت نامی تمام ۔ ہر اک رنگ میں دوستے انام
غرض یہ جو کچھ ہے وہ ہم سے بنا ۔ یہ نیرنگِ دنیا میں ہم سے ہوا
منو[۱۰] چار اور مہر ششی نیک سات ۔ یہ گیارہ ہیں میرے قوسے صفت
جوان[۱۱] سب کا خلاق جانے مجھے ۔ مرے دل میں عارف کی منزل ہے
دل و جان سے کرتے ہیں جو مجکو پیار ۔ انھیں معرفت کا ہو حاصل سواد
بڑھاتا ہوں میں ان کی قدر و شان ۔ دکھاتا ہوں عرفان کے وال مکان

سلہ چار دن منو دن اور سات مہر ششیوں سے مراد تا تیری منتر کی پیارہ دیکھو
اور سات بھوم کا سے لیجاوے تو یہ بھی تعداد تاویل ہے۔
سکہ جوان تمام قدرتوں اور سب ہر کا خالق مجھے جانتا ہے - اس کا مکان میرا
دل ہے - اور اس کو سکون حاصل ہوتا ہے اور وہی عارف ہے۔

کہا کرشن نے سن تو دیا کرکے دھیان
مری بات کو ہو کے محو نشان

آدت میں ہوں میں اپنا نام بشن
یہ فرزند نندلت یو کا نام کشن

ستاروں میں مہتاب پر آب ہوں
نچھتروں میں ماریچ پرتاپ ہوں

میں ہوں اول و آخر و درمیان
جہاں جسم ہے اور میں اس کی جان

میں ویدوں میں ہوں سام وید ذکا
تو روحانیوں میں مہا دیوتا

حسوں میں ہوں دل اور ذہن ہو جان
کہ ہوں رودر شنکر میانِ جہان

پہاڑوں میں ہوں کوہِ اعظم سمیر
بچھوں اور رچھسوں میں بہادر کبیر

بہاروں میں اگنی ہوں برتری
ستاروں میں ہوں نام مشتری

سپہ داروں میں ہوں سکند کمار
سمندر ہوں جس کا نہیں ہے شمار

رشیوں میں بھرگ اور [illegible]
بہت شبدوں میں سے ہوں میں [illegible]

جگوں میں ہوں جپ یگ [illegible]
[illegible] میں [illegible] کو بسار

درختوں میں پیپل مجھے [illegible]
تو سمجھو [illegible] مجھے [illegible]

کپل ہوں میں سدھوں [illegible]
چتر [illegible] ہوں گن جرب [illegible]

له آدت سے نظام شمسی [illegible] مشتق [illegible] ستاروں کے [illegible]
نکلتا ہے جس کا نام [illegible] سورج [illegible]
عظیم و [illegible]
[illegible]
[illegible]

مرا نام ہے موسموں میں بسنت | نہیں اور مولائے ہر سادہ سنت
مہینوں میں منگسر میں نور بسیز | قمار اس زمانہ کی کھیلوں میں تیز
ظفر اور تدبیر و عزم صمیم | کمالات میں ہوں کمال عظیم
مرا نام دانشوروں میں بیاس | ہیں پانڈو ہیں ارجن حق شناس
خموشی میں ہوں قفلِ گنج نہاں | میں ہو حسنِ تقریر صاحب زبان
میں ہوں نابغہ[لہ] تاجِ اہلِ سخن | میں ہوں عدل فرمانِدہِ ذوالمنن
میں ہوں معرفت اہلِ عرفان کی | مجانین کا شورِ دیوانگی
میں ہوں اصلِ خلقِ جہان و زماں | نصیر و حفیظ مکین و مکاں
مرے وصف ہیں بڑھکے تقریر سے | مرا گیان ہے بڑھکے تحریر سے
سمجھ لے اگر کچھ ہے عقل و تمیز | جو کچھ ہے جہاں میں وہ میں ہوں عزیز!
گماں ہوں قیاس ہوں میں ہوں خیال | جلال و جمال اور حسن و کمال
یہ ہے خلق اک ذرہ میں آفتاب | اگر دیکھنا ہے تو لے چھوڑ خواب

ادھیائے گیارھواں روپ درس

کہا پھر یہ ارجن نے اے سرفراز | تو ہے چارۂ کارِ اہلِ نیاز
تری ذات بالائے وہم و گمان | جہاں پرورا! تو کرمِ بیکران
دکھایا حقیقت کا رستہ مجھے | سنائے سخن معرفت سے بھرے

لہ نابغہ اس شاعر کو کہتے ہیں جو زمانہ میں فرد اور بےنظیر ہو مگر کسی کا شاگرد نہ ہو بلکہ مادر زاد شاعر ہو۔

ہوئے مجھ پہ اسرارِ مخفی عیاں ۔ نظر آ گئے ہیں خزانے نہاں
نظر آئی واں ایک شکلِ عجیب ۔ کہ ہے حیرت صد چمن او عجیب
مُکٹ سر پہ اور تن پہ ہے بشری ۔ بصد دلربائی بصد دلبری
خرامندہ با ناز و با صد ادا ۔ سہی قد سیہ چشم خوش دلربا
سلاسل سیہ گیسوؤں پر زتاب ۔ وہ پُرنور رخ ذرّہ وش آفتاب
مری جانِ محزوں ہوا اس پہ فدا ۔ تماشا سا یہ ہے بلکہ ارض و سما
ہر اک تیرا جلوہ ہے لا انتہا ۔ کہاں تاب رکھتا ہے یہ بینوا
مسبّح[۱] ترے جنّ و انس و ملک ۔ مہلّل[۲] ترے مہر و ماہ و فلک
تری یاد میں بلبل و قمریاں ۔ چمن بحر و بر کہ میں تیرا نشاں
مہادیو شیدا تری یاد میں ۔ وہ بلدیو والا تری یاد میں
اسر تجھ سے گن ضرب اسنی کمار ۔ ثنا خوان و شیدا ترے بیچ و مار
مروتا و رسدھ سادھ رکھشی منی ۔ ہر اک ہے ترا محوِ حیرانگی
ترا قد سما سے سمک[۳] تا عظیم ۔ ترا نور ہے زیر و بالا ضریم[۴]
توی بازواں انگشت ذی وقار ۔ ترے پا و چشم و دہن بیشمار
ہر اک منہ میں کثرت سے پُر خوف دانت ۔ نظارے سے نظر آتے بھانت بھانت
نظر کر کے یہ جلوۂ بے قیاس ۔ نہ قائم رہے میرے ہوش و حواس

---

۱ مسبّح۔ تسبیح گو یعنی سبحان اللہ کہنے والا ۱۲، ۲ مہلّل۔ تہلیل گو یعنی لا الٰہ الا اللہ کہنے والا۔ وحدانیت کا ذاکر ۱۲۔
۳ سمک۔ مچھلی جو زیر زمین ہے ۱۲۔ ۴ ضریم۔ شعلہ زن ۱۲

تری نیک نامی لڑائی میں ہے — تری خوب کامی لڑائی میں ہے

غرض نیک دل ارجن پاک باز
بحکم کرشن آ گیا ضد سے باز

کئے سجدے اور کرکے وصف و ثنا — کیا عذر تقصیر اور یہ کہا
کہ ہے کس کو مولا یہ تاب مجال — خلاف آپ کے دل میں لائے خیال
ترے لوگ محکوم حکم رفیع — زمین و زماں زیر حکم مطیع
ترے پوجنے والے ہر صبح و شام — تجھے سجدے کرتے ہیں سب خلق عام
پناہ غریبان کس بے کسان — رحیم جہاں۔ یارِ بے یاوراں
ترے ڈر سے راکھش گریزاں ہوئے — کہیں گاہ پاتال میں جا چھپے
نہ ہو کس طرح یہ تری قدر و شان — سمائے ہیں تجھ میں زمین و زماں
ازل سے ابد تک تری برتری — نہ مفہوم افہام عظمت تری
مہ و مہر تو ہے برہما ہے تو — یم و برن ہا دیئے مولا ہے تو
پون اگنی اور علم و عالم ہے تو — خدا کا تو ہے مظہر اے ماہ رو
چپ و راست تو۔ تو ہے بالا و زیر — تری دید سے کون ہے چشم سیر
ہے قدرت نمائی بروں از قیاس — بھلا کس طرح ہووے تیری شناس
ملے جس کو تو چاہے مولا لقا — سبھی لوگ ہوتے ہیں تجھ میں فنا
میں سمجھا تجھے کرشن بسدیو کا — میں سمجھا تجھے خویش اور حال زا
مجالس میں۔ خلوت میں وقت طعام — کیئے میں نے تجھ سے ہنسی کے کلام
معافی مجھے دے۔ نہ سمجھا تجھے — میں معذور ہوں تو بخشدے مجھے

جو دیکھا تو ایسی ہوئی خرمی
کیا جلوہ پھر شکل انسان میں
تو ارجن نے کی یہ ثنا گستری
اور اس سے ہو تیری سوا اشتی
کہا کرشن نے جو نظارہ ہوا
نہ زہد اور خیرات سے ہو نصیب
ملا ہے جو یہ تجھ کو کمال
عمل بے تعصب کرو بے ریا

کہا ارجن کو تازہ نئی زندگی
وہ پہلی سی تمثال نگہبان میں
نہ ہے صاحب و مالک برتری
مگر جس طرح سے کرے تو ادا
یہی دیوتاؤں کا ہے مدعا
نہ یگ اور ریاضات سے ہو نصیب
وہ عشق حقیقی سے موٹی وصال
کہ عاشق ہی واصل ہے مدعا

بارھواں ادھیائے بھگت جوگ

کہا پھر یہ ارجن نے با سوز و ساز
مری جان و دل کی یہی ہے مراد
نہیں کوئی مشکل ہے باقی ذرا
کہ ان عارفوں کے میں درشن کروں
ریاضت کا ان کو بڑا شوق ہے
فنا عشق میں وہ یہاں تک ہوئے
وصال ان میں کس کو ہی ہے کون دور

ہوا فیض کا باب ہے مجھ پہ باز
ہر اک عقدہ کی ہو گئی ہے کشاد
مگر کیجئے حل یہ عقدہ مرا
ترے غم میں ہے جن کی حالت زبوں
مشقت میں بھی اک نیا ذوق ہے
تعلق سے بیگانہ بلکل ہوئے
سبہ محبت ہے کون سا پر تصور

تمنا و خواہش کو دل سے نکال — رہو عابدِ داورِ ذُوالجلال
رہو بے نیاز اور تو شاد رہ — تو دنیا سے اسنت سے آزاد رہ
خدا تجھ کو جو دیوے لے اور کھا — مسافر کو مہمان کو بھی کھلا
یہ حرص اور لالچ سے رہ بے نیاز — نہ کر ہاتھ حرص و ہوا کا دراز
مقرر نہ کر کوئی جا و مکان — جہاں ہووے رکھ یاک مولا کا دھیان
جو آتا دھو کر جہاں میں رہا — جہاں ہے وہی اس کا ہے متکا
نہ روزی کی ہو اس کو کچھ بھی تلاش — کہ مِن حیث لا یحتسب ہے معاش
نصائح ہماری ہیں آبحیات — کہ عاقل کو ملتی ہے ان سے حیات

ادھیائے تیرھواں چھیتر ک جوگ

کہا پھر یہ ارجن نے کر کے نیاز — کہ اے کارساز اور بے کس نواز
کہ پرکرت-پرک اور چھیتر چھیترگیہ — گیان اور گی میں پڑا مجکو شک
کہا جسم ہے چھیتر اے پاکباز — گمر چھیترک عارف ایک باز

سلہ سِتکا-جائے نشست ۱۲۰ سلہ یرزق من حیث لا یحتسب- خدا اپنے متوکلین کو روزی ایسی جگہ سے دیتا ہے کہ اس کا خیال و گمان بھی نہیں ہوتا-غیب کی روزی ۱۲۰ سلہ چھیتر بمعنے کھیت مزرعہ یعنے جسم اور کھیترب یعنی کھیتری یعنے کھیتی والا مراد بیان جو کہ صاحب جسم ہے اور اصطلاح میں چھیترک وہ ہے جو تمام جسم سے پورا واقف ہے اور اس کی بد و نیک سے حفاظت کر سکے اور کما حقہٗ اس سے کام لے ۱۲۰

یہ سب ہے پانچ حس عقل و وہم و ہشی
یہ سب ہے جسم اور جسم کا اقتضا
شکیب و تمیز اور رنج و خوشی
یہ چھپتے ہیں اس کی یہ ہیں بیخ و بُن
کہ عارف ہے وہ جو نہ مغرور ہو
نہ دکھ دے بگاڑے کسی کا نہ کام
غمی اور خوشی ہو برابر اُسے
نہ تجرو فریبی نہ ناحق شعار
نہ رکھے جسم پاک آب یا خاک سے
کرے ترک لذات رکھے حواس
نہ اہلِ فریب اور نہ ہو حیلہ گر
بدن کے رہے حال سے باخبر
جوانی بڑھاپا حیات و ممات
نہ ہو شیدا مال و فرزند و زن
نہ خوش ہو خوشی سے نہ غم سے ملال
ہر اک رنگ میں دیکھے سبز نگار

دل و دہ حواس اور حسین ظاہری
حیات و ممات و تنفر رضا
تمنا۔ عداوت۔ محبت۔ غمی
یہ عرفان کی ماہیت مجھ سے سُن
بیا اس کو ہرگز نہ منظور ہو
تحمل کا پیرت فراغت تمام
کوئی وہم باطل نہ دل میں رکھے
نہ ہاتھ راست مرشد کا خدمتگزار
شدائد سہے اعضا پہ قابو رکھے
شعار اس کا صبر و قناعت سیاست
لگائے شجر سے امید ثمر
کہ ہیں جس میں تبدیلیاں بیشتر
تخمیں و ندامت اور اشک چندیں جہات
کر عائد نہ ہوں اس پہ رنج و محن
نہ ہو جبر کا نقش بندِ خیال
رہے پاک جامیں سے خاکسار

سلہ وارستہ عاشق ۱۲ ملہ ماسوائے اللہ کا خیال اور محبت اس کے دل میں ہرگز نہ ہو ۱۲
ملہ ہر ایک چیز میں اس کو میرا جلوہ نظر آئے ؎
برگِ درختاں سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

قریب از قریب اور بعید از بعید — وہی مطلب جملہ گفت و شنید
وہی جلوہ پرداز ہر چیز کا — اسی سے فنا اور اسی سے بقا
وہی عارف اور ہے وہی معرفت — اسی میں ملیں اہل دل عاقبت
یہ دل کیا ہے اک مضغۂ گوشتیں — پہ عارف بنا تو ہے عرش بریں
یہ جسم اور عرفاں کی تھی گفتگو — بتا دی تجھے میں نے سب ہو بہو
مری پند پر کوئی عامل ہو گر — وہ میری ہی منزل پہ ہو جلوہ گر

ہر اک چیز ہے پرک اسے کامیاب
مگر اس پہ پرکرت کا ہے نقاب

یہی پردہ ہے سخت بند بلا — جو پردہ اٹھا تو ہوا خود خدا
جو عارف ہے پرک اور پرکرت کا — وہ آتما گون سے ہوا ہے رہا
یہ ہے پرک فرمانروائے بدن — (پرک) — اسی سے ہے محکم بنائے بدن
پہ چھلکے میں ہے مغز ساں جلوہ گر — تماشا گر اپنا ہے خود ہی مگر
جو عارف کہ بینندہ دانندہ ہے — وہ گویا کہ خود آپ بینندہ ہے
وہی سر سے پا تک سمایا ہوا — مزہ گیر ہر لذت و لطف کا
یہ سب باہر اور اندر اس کا ہی نور — شیونات[۱] بدن سے ہے اسی کا ظہور
تو پہچان اس کو دل و جان سے — تحجب تعین سے ہے عجب شان سے
کوئی پانیوں میں کرے جستجو — کوئی خاک در خاک ہو ہو بہو
کوئی رخ جسم تخ میں گلائے ہوئے — سمادھی سے ہے کوئی لگائے ہوئے

[۱] شیون - جمع شان ۱۲

ادھیائے چودھواں ۱۴ ترگن سبھاگ

بتاتا ہوں اب ایک مشکل سی بات — نہیں اس سے بڑھ کر بڑی کوئی بات
سمجھ میں اگر تجھکو آئی یہ بات — ملی پھر ہماری طرح سے نجات
زمین و مکان و مکیں کائنات — بنائے ہیں جس نے سمات و جہات
برہم ہے یہ سب انہیں ہیں تین گن — جہاں من سے ہے یہ سمجھ تو سخن
ہوئے من سے یہ تین گن آشکار — ہوا تین گن سے زمن[۱۲] آشکار
ستوگن سے تسکین و آرام جان — صفا آئینہ وار و روشن زجان
یہی معرفت دانش و عقل دے — نجات اس میں آواگون سے ملے
رجوگن تمنا کو پیدا کرے — عمل اور فعلوں کا شیدا کرے
تموگن ہے غفلت کا سامان ہو — کرے جاہل اور کاہل انسان کو
بڑھا جس میں جو گن وہی بن گیا — کھنچا اس میں نقشہ اسی رنگ کا
اگر ست ہے دل کی تسلی ہوئی — ملی رج سے اعمال میں کاملی
جہالت کے سامان تم سے ہیں — کہ جیسا ہے سر ویسے جوتے پڑیں
مراگر ستوگن میں پائی نجات — رجوگن سے نیکوں میں ہو واصلات[۱۳]
تموگن میں گر اس سے چھوٹا جب — ہوا شامل فرقۂ ابلہاں
ستوگن سے ملکے کرے کردار نیک — کہ نیکی زمانہ کی ہے کار نیک

۱۲ زمن - زمانہ - ۱۳ واصلات = ملاقاتیں - واقعے

نہ استت سے شادی نہ یاس غم — نہ خوش پریم سے نے ستم سے الم

ہر اک کا ہو ہمدرد اور بردبار — محبت شعار اور ہو حق گزار

نہ وہ غرقۂ کار دنیا رہے — تنفر رہے اس کو اس جیل سے

وہی شخص جگ میں گن آتیت ہے — وہی آدمی خوب پرتیت ہے

وہی یاد میں مست ہے صبح و شام — سوا میرے اس کو نہیں کوئی کام

مرے جلوہ و شان کو دیکھنا — بصورت و معنی ذاتِ خدا

مجھے دیکھ ہوں میں مجسم نجات — کہ اک ذات میں سینکڑوں ہیں صفات

مری کاملیت سے عین الکمال — ستھن[1] دین ہوں قیتم[2] ولا زوال

جو خلوت سے جلوت میں لایا مجھے — وہ پھر اپنی خلوت میں لایا مجھے

پندرھواں ادھیائے پرکھوتم جوگ

عجائب شجر ہے درخت جہاں — کہ شاخیں ادھر بیخ در آسماں

ورق بید کے ہیں مگر اسکے پات — یہ ہے بے ثبات اور یہ پرثبات

جو ہے ان کا علامہ اعدا ازدواں — وہ ہے بید داں عالم اور بیدھ وان

اسے دیکھ ہر سو جہاں در جہاں — پراگندہ ہیں حس کی شاخیں یہاں

گنوں سے یہ شاخیں ہیں پھولی ہوئیں — ہوس آز و لالچ سے پھلی ہوئیں

خبردار یہ بڑھ نہ جائے کہیں — جو بڑھنے دے اس کو وہ عارف نہیں

۱۔ ستھن ۔ مضبوط ۲۔ قیتم ۔ قائم ۳۔

زمین و زماں کا میں غمخوار ہوں   ہر اک جیو کا باربردار ہوں
بنوں چاند پالوں نباتات کو   بنوں آگ کھالوں نباتات کو
فراموشی و یادِ عالم میں ہوں   خوشی بھی میں ہوں اور ماتم میں ہوں
مرادا و مقصود میں بید کا   نتیجہ ہر اک یاس و امید کا
یہ ہیں بید میرے بنائے ہوئے   مرا آستاں ہے فنا سے پرے
وجود و عدم کا یہاں نام ہے   مسلسل جو زیف و آرام ہے
فنا سب کو ہے پر ہے عارف بچا   ابد تک وہ جیتا رہے یا خدا
اجر جیو ہے جڑ ہے فانی سریر   خدا ہے کریم و عظیم و کبیر
جہاں میں اسی سے یہ سب شی   جہاں ضعیف وہ میزبان غنی
ہوا ذات کا اپنی جب آشنا   رہے اس سے پیچھے فنا و بقا
سمجھ کر کہ میں کون سی چیز ہوں   یہ جاں پہ ہے کیوں تن کی قیدی ہوں
اسی گیان سے پرک اتم بنا   تو معبود و مسجودِ عالم بنا
نہیں میرا عارف خدا سے الگ   ایسے سے میری یادِ آرامِ دل
بتائے ہیں سب تجھ کو رازِ نہاں   تجلی کیا اپنا تجھ پر عیاں
سمجھ بوجھ کر اب خبردار ہو   نہ سو جاگ ہشیار بیدار ہو
جو سمجھا تو اس کو مکت مل گئی   نہیں تو ہے بے سود محنت گئی

سولھواں ادھیائے دیووا پرسنت

یہ چھبیس[۲۶] باتوں پہ جب دل لگا   نہیں آدمی وہ تو ہے دیوتا

جو ہیں نیک ملتی ہے ان کو نجات — شیاطین صفت باطل و واہیات

جو غافل رہے غرق دریا ہی — ملے اس کو کس طرح خوش سیرتی

زمانہ میں ہیں لوگ دو قسم کے

مرے ماننے والے منکر مرے

یہ پہلے تو از بس سیہ کار ہیں — کہ بیدوں کے قائل نہ دیندار ہیں

خدا منکر اس بات کے مدعی — زنا خوبی خلقت کا باعث ہوئی

خدا پر نہیں ان کا کچھ اعتقاد — کہ برباد ہو جائیں یہ نامراد

ستمگر سیہ دل جفاکار ہیں — شریر اور باطل پرستار ہیں

یہ سب تابع آرزوہائے دل — جہالت بطالت میں چو خر بگل

تکبر میں مست اور سراپا غرور — رہِ حق سے ہیں سینکڑوں کوس دور

تغافل کی مستی میں ہے بیخودی — رضا ان کو مطلوب شیطان کی

شب و روز بدکاریوں پر تلے — گلے میں رسن طوق آمال کے

ہوا و ہوس میں یہ رہتے ہیں شاد — دغاباز جھوٹے مجسم فساد

گرفتارِ زندانِ غفلت تمام — تمنائے عیش و مسرت تمام

وہ سب بارِ عصیاں اٹھائے ہوئے — زر و سیم میں دل لگائے ہوئے

ہر اک سر میں شر کا ہے مادہ غضب — نہیں ان کے نزدیک کوئی بھی رب

وہ کہتے ہیں ہم فعل مختار ہیں — نہیں قائل اور ہم جفاکار ہیں

جسے چاہیں ماریں کوئی غم نہیں — ہماری جراحت کا مرہم نہیں

نہیں کوئی دنیا میں اپنے سوا — یہ فہمید باطل کیا ہے مدعا

سترھواں ادھیائے ترئی بھاگ

کہا پھر یہ ارجن نے اے رازداں
کہ اللہ سے ہووے ان کو بیاں
وہ ترگن سے کس گن کے پابند ہیں

تو کرمجھ پہ احوال ان کا عیاں
پہ بیدوں سے برعکس ہوں ان کی کام
تعصبیت سے آزاد یا بند ہیں

کہا بین آئیں ارادت کے ہیں
کہ لوگ اپنی اپنی طبیعت کے ہیں

ہراک شخص کا شغل کو زندہ دل
فرشتہ صفت لوگ ہیں ستگنی
شیاطین صفت تمگنی ہیں منتظم
بھلاتا ہے جو اپنا آئین و کیش
ریاکار کے دل میں ہو آرزو
وہ جاہل ہے ناحق ہی پابند غم
پرستار ہے یہ تو شیطان کا
مجھے بھی کہ ہوں جان خلق خدا

ستگنی — تمگنی — رجگنی

جو اس میں ہے رستار بے منفعل
دل ان کا ہے صدق و صفا میں غنی
نتیجہ ہے تم کے تعلق کا غم
ریاضت میں لیکن رہے سینہ ریش
کہ لوگ اس کو نہیں رکھی نیک خو
بطالت سے کرتا ہے جاں پر ستم
مجسم ہے از کردہ ریو و بیا
بدبختی سے تکلیف ان سے سدا

غذا زہد پاک اور سخاوت کرم
سہ گونہ ہیں ترگن صفت منقسم

غذا ہے پسندیدہ و خوشگوار
ترش اور تیز اور نمکین و گرم

غذا

ہمیشہ رکھیں اہل ست گن لگاؤ
معطر اور رس اور نخ اور نرم

اگر ہے غرض یا کوئی آرزو	راجسی عبادت	یہ ہے راجسی کی عبادت میں خو
اگر ہووے مطلوب آزارِ جان	تامسی عبادت	یہ ہیں تامسی کی ہوس راتیاں
سخاوکرم ہے بہت خوشنما	سخاوت	یہ ہے خوش ترین فعل ہو گر بجا
کریم اور زر بخش ہے ساتکی	ساتکی سخاوت	جو ہے مزد سے اور ہے نفعی
ریا۔ مزد۔ و خواہش بید سے راجسی	راجسی سخی	کہ ہے آرزو و شہرت و نام کی
خلاف کتاب اور حکم خدا	تامسی سخی	کرے تامسی مال ضائع سدا

ہوا ایک[1] سی تین۔ تین ایک[2] لاکھ[3] اسی تین پر سارے عالم کی ساکھ	پیدائش

برہما زمیں آگ اور بید چار	الف	الف سے ہوئے اوم کے آشکار
یہ سب انترکھ۔ ججر۔ بشن و ہوا	د	ہے حرف ثانی سے المدعا
مہادیو و خورشید و چرخ بریں	م	اتھروَن دگر سام بیدِ گزیں
یہ ہے تیسرے حرف کا سب ظہور		یہ سب اوم کا ہے زمانہ میں نور
ہوا حرف اول کا جب رنگ زرد		اسی سے بنا رجگن اے نیکمرد
جو حرفِ دوم ہے برنگ سفید		بنا اس پہ ستگن کی ہے اے رشید
سوم حرف دیکھو برنگ سیاہ		تموگن بنا اس سے بے اشتباہ
الف کی ہے تاثیر سوزندہ نار		ہوئی واو ہے باد سے آشکار
ہوئی میم سورج کی تاثیر سے		بہت کام اس سے نمایاں ہوئے

[1] خدا کے واسطے ۱۲۔ [2] ایک۔ اوم دفعۂ دو، تین۔ الف و میم اور برہما۔ بشن۔ مہیش ۱۲۔ [3] ایک لاکھ۔ کثرت ۱۲۔

جو غفلت سے ہو جائیں ترکِ کرم — تو یہ تر سی خو ہے۔ اور بد نظام
کرے ترک جو خوفِ محنت سے کام — نہ پائے کبھی وہ مراد اور کام
یہی راحسی ترک ہے نکتہ داں — کہ اس میں بھی تارک کو ہوگا زیاں
کرے کام اجرت کی خواہش نہ ہو — ریا سے ہو نفرت نمائش نہ ہو
یہی ترک خواہش تو ہے ساتکی — رہِ نیک ہے جادۂ متقی
نہ ہو نیک و بد سے کوئی واسطہ — وہی مرد صالح ہے اور پارسا

متقی

کوئی ہے جو دنیا میں مرتا نہیں؟ — وہ ہے کون جو کام کرتا نہیں؟
پہ اپنے لیے کام جاہل کیے ہوں — خدا کے لیے کام عاقل کیے ہوں
سہ گونہ ہیں اعمال اے پُر خرد — بد و نیک۔ با نیک۔ یا کار بد
جہنم بدی سے ملے اور ممات — ملے نیکیوں سے بہشت اور نجات
گناہوں سے ہوتا ہے آواگون — نئے اور نا نفس و لائے بدن
ذرا غور افعالِ دنیا میں کر — کہ ہیں پانچ باعث سرانجام گر
حواس و تن و جہد و تقدیر و جاں — انہیں سے ہیں افعال ہر یک نہاں
تن و دل زباں کے ہیں جتنے امور — انہیں پر ہیں موقوف اے خوش شعور
کوئی کام ہاتھوں سے ہوتا نہیں — کرائے نہ گر خالق العالمین
جو سمجھے یہ ہے میری کاریگری — جہالت ہے غفلت ہے اور بد تری
خودی چھوڑ کھول آنکھ دل کی ذرا — ہر اک برگ ہے باغِ عرفان کا
پہنچ کر یہاں قتل بھی ہے معاف — یہاں ہے نہیں دخلِ پند اور لاف
ہر اک فعل میں حکم ہیں ای سبتن — تعلیم اور ادراک و علم یہ تین

ہمیشہ رکھے پاک پوشاک و تن — رہے دامن آلودۂ ما و من

ہر اک بات میں کچھ نہ کچھ ہو وکام — کرے تیغ مطلوب سے قتلِ عام

بڑا خود غرض نام کا متقی — ریاکار ہے خود نما راجسی

بد و نیک سے اپنے ہے بے خبر — پہ جانے کہ ہم ہیں خبردار تر

کمینہ ہو بے زر بڑا ہرزہ کار — جفاکار و کذّاب و بطلاں شعار

ریاکار و کاہل شرارت سرشت — نہ ہو اس سے سرزد بجز کارِ زشت

عزیزوں کی ہر دم اہانت کرے — رذیلوں کی یاری اعانت کرے

زبوں طاقتوں سے ہو زور آزما — فزوں حد سے ہو ناکس و بےحیا

خرد سے نہ ہو اس کو کچھ آگہی — سمجھ ایسے مردود کو تامسی

تحمل بھی ہرگز نہ ہے زینہار — خرد بھی اسی طرح اے ہوشیار

تمیز بد و نیک۔ دھرم و ادھرم — ڈرے قہر مولا سے خلقت سے شرم

تمیز رہ و رسم و آئیں رہے — شناسائے ملت و دیں رہے

سرِ انجام ہر کار پر ہو علیم — سمجھ جائے مفہوم امید و بیم

نہ ہو کوئی قید اور آزردگی — نہ افتادگی ہو نہ افسردگی

سمجھ کر حقیقت چھپاتے ہیں راز — یہ ہیں ساتگی صاحبانِ نیاز

نہ جو حق کو جانیں کما ینبغی — یہ ہے خاصۂ دانشِ راجسی

پہ ساتک کرے تامسی برخلاف — بہ قلبی پہ نقرہ شناسی کی [illegible]

کئے جس نے مغلوب آز و ہوس — برابر ہے اس کو امید و یاس

رہے پاسِ انفاس میں وہ مدام — رہے ذاکرِ نامِ ربُّ الانام

برہمن ستوگن ہے زاہد حلیم
خوش اور دل پر وہ قابو رکھے
مامن کا، ہر بڑا دیندار
ست ورج سے آمیختہ چھتری
مجاہد، مخیر، عظیم الوقار
ہر اک کا ہو ہمدرد یاور و داد
بعلم الیقین و بعین الیقین
تم ورج پہ ویشوں کی ہے اڑان
پہ تم گن ہے بیچارے شودر کو ہم
تو جس کارن پر ہے سبھی قیام
ہر اک جلوے سے ہے نور حق جلوہ گر
جو رکھتا ہے ہر وقت اس کا خیال
مقاصد میں ہوا اس کو بہرہ وری
مرو دھرم پر بسنت میں شاد کام
بتایا ہے جو تم کو میں نے یہاں
اگرچہ ہے عیب تربیت
کہ عیب ذخائر چھپے گئے ہیں
کرے کام رکھے نہ اجرت کا خیال
نہ اپنی خرد پر رکھے اعتماد

بڑا راستباز اور عالم فہیم
بڑا منکسر پاک باطن رہے
ریاضت میں اور وید میں پختہ کار
شجاع مستقل صاحب زیرکی
ہر اک فاضل علم میں ہوشیار
حلیم و ذکی اور صاحب سداد
سنا میں اس کا ہو شاستر و بید دین
مزارع ہو تاجر ہو یا ہو شبان
کرے کام خدمت کا ہر صبح و شام
رہے خوش دل اور کام میں مستقیم
چمکتا ہے یہ نور ہر ایک پر
فرائض میں کرتا ہے حاصل کمال
نتائج سے حاصل ہو جو مخلصی
ندو اور نشے کے حصے میں خوشی کی لگام
یہی راہ ہے نیک اے گلبدن
جو تیرا نہیں تو نہ کے اس پہ نام
پہ چھوٹا نہ ہرگز نہ اس راہ میں
خدمت کو سر پہ نہ آئے و بال
ملے گا نہ کوئی دل اور مراد

نہ ہے خوف اس پہ کوئی نے الم
نہیں مالِ دنیا کی کاہش کا غم

مری یاد میں اس طرح ہے مٹا
کہ دنیا کا دل سے اٹھا تذکرا

خودی میں اگر رہ گیا پابگل
بہت دور ہے منزلِ کامِ دل

رجوع بغرض

نہ کر جنگ کوروں سے ارجن گریز
مقدر ہے یہ جنگ و رزم و ستیز

مجسم شجاعت ہے واللہ تو
شرافت نجابت ترا رنگ و بو

ترے سر پہ ہے تاجِ مردانگی
نہ کر گفتگو اب دیوانگی

تو ہے چھتری ہے ترا کام جنگ
ترے جان و دل کا ہی انجام جنگ

کوئی حکمِ داور سے باہر نہیں
ہر اک دل مکاں میر صاحب مکیں[1]

سبھی عاشقان اس پہ قربان ہیں
زمین و زمان زیرِ فرمان ہیں

جو ہے کام مولا کی قدرت سے ہے
یہ جو کچھ ہے داتا کی حکمت سے ہے

کسی کو نہ اسرار سے آگہی
نہ آغاز و انجام سے واقفی

یہ سب کچھ مشیت ہے اک راز جو
مرے تیرے کرنے سے کچھ بھی نہ ہو

خدا کی پنہ ہے رہِ مستقیم
کرم اس پہ ہے جس کا منہ ہے کریم

اسیر اور آزاد اس کا ہے
دل و گوش و چشم اس کی جانب ہے

کرو اس کی پوجا کہو اس کو یاد
تصور میں ہو دین و دل کی مراد

[1] صاحب نیں - خدا ۱۲

ہوئی معرفت آپ کی ایحضور
کمربستہ خدمت میں استادہ ہوں

ہوئے زیب نسک میرےجاطر دور
بہ تعمیل ارشاد آمادہ ہوں

خاتمہ کتاب

سنی جبکہ سنجے نے یہ گفتگو
کھڑے ہوگئے رونگٹے جسم پر

دھرت راشٹر کو کہا ایجناب
نہاں تھے جو گنجینۂ لمسے نگیات

سنی تھی کہ جو بیاس سے گفتگو
اس اپدیش سے میری حیرت بڑھی

شہا جو جمال اس کا آیا نظر
کرشنا ہے صاحب علوم وکمال

یہ دونوں ہوں جس کے معین اور یار
جمایش شجاعت پہ پاؤں اگر

گڑے فتح ونصفت کا اسکے علم

ہوئی کرشن وارجن میں جو ہو بہو
نہ کچھ رہ گئی جان وتن کی خبر

کرشنا زمانہ کا ہے انتخاب
دیئے اس نے ارجن کو ایسے مہربان

مجھے یاد آتی ہے سب موبمو
مجھے شادمانی و فرحت ہوئی

بھرا نور حیرت سے دل اور جگر
تو ارجن ہے مولائے فرخندہ فال

بڑھے اس کا سب عزت وافتخار
کریں کوہ آہن کو زیر وزبر

رہیں گے نہ آثار یہ جور وستم

تمام شد

محمد منیر قریشی الصدیقی

تاریخ و وال ۱۲/۳۳

پاس انفاس اور حبسِ دم کر کے روح کے دشمنوں کو نیست کرے۔
غذا سے ناراض۔ اور استنت سے خوش نہ ہو اور ہمیشہ کوشش کئے
جاؤ۔ کہ مرحلہ طے ہو جائے۔ دم نزع بھی یہ مرحلہ طے ہو جاوے تو نجات
ہے۔ ورنہ ہوس کے ساتھ نجات محال ہے۔ توبہ اور انابت بڑا
عجیب طریق اور صراط المستقیم ہے۔

توبہ این نیست کہ از مے نکنی تائبِ پی
تو باین نیست کہ ہم تائبِ تقوی باشی
توبہ بکنی تو گر از جنت و فردوس شوی
بیشک از قعر ثرٰے تا بہ ثریا باشی

ہر ایک کام خدا کے حکم سے ہوتا ہے انسان بالکل بے اختیار ہے اپنی
خواہش اور ارادوں کو دخل نہ دو۔ اور ہمیشہ اس سے لو لگاؤ جس کی
حکمت اور قدرت کا چراغ تمہاری زندگی کے ذرہ کا آفتاب ہے۔

زبد بختی و نیک بختی قلم
بگردید و ما ہمچناں در شکم

دُنیا ایک جال ہے۔ اسکی فریبیوں اور دلاویزیوں میں مبتلا ہو کر
انسانیت کے اصل منشا کو جس نے ضائع کر دیا وہ خسر الدنیا والآخرۃ ہوا
انسان ہے کیا۔ ایک مشین ہے۔ اگر صانع کے حسب منشاء
اس کے پرزے کام کریں تو ٹھیک ہے ورنہ مشین مشین نہیں۔
اور آج نہ سہی تو کل ضرور برباد ہو جاوے گی۔

دنیا دامیست آرزو دانۂ وے
زنہار کہ باشی سر دیوانۂ وے
منقار زدی صاف گرفتار شدی
پوسیدہ نظام گشت ویرانۂ وے

مستفید و مستفیض طالبانِ حق بساند | کن تصحیح این پس آن بغور قصدی
چو بانجامش رسانیدم پئے تاریخِ او | سر بفکرت شد فرو چون غنچہ نیلوفری

۳۰۰ ۱۰۳۸

منکشف گردید اسرارِ تصوف بر منیر
جلوہ ہا بنمود چون گیتا بشانِ دلبری

شکریہ

میرے نہایت عزیز بابو محمد نظیر احمد صاحب علوی قریشی کلارک دفتر اکاونٹنٹ نے بڑی جانفشانی سے اس کے پروف اور کاپیاں دیکھنے میں محنت کی نہایت مشکور ہوں۔ خدا ان کی عزت اور ہمت میں برکت دے۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد